ماہنامہ خواتین

ماہنامہ خواتین

جمادی الاخریٰ 1448ھ نومبر 2026ء



جلد: 05

شمارہ: 11

ویب ایڈیشن

یَاقُدُّوسُ

کا جو کوئی دورانِ سفر ورد کرتا رہے
ان شآءَ اللہ تھکن سے محفوظ رہے گا۔

(مدنی پنج سورہ، ص246)



عِرقُ النّساء کا درد

عِرقُ النّساء کی پہچان یہ ہے کہ اس میں چَڈھے (یعنی ران کے جوڑ) سے لے کر پاؤں کے ٹخنے تک شدید درد ہوتا ہے یہ مرض برسوں تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔ روزانہ درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر اول آخر درود شریف سورَۃُ الفاتحہ 1 بار اور 7 مرتبہ یہ دُعا پڑھ کر دم کر دیجیے: "اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی سُوْءَ مَا اَجِدُ" اگر دوسرا کوئی پڑھ کر دم کرے تو عَنِّی کی جگہ مرد کے لیے عَنْہُ اور عورت کے لیے عَنْھَا کہے۔ (مدت: تاحصولِ شفاء)

(مدنی پنج سورہ، ص389)

فالج ولقوہ

سورۂ زلزال لوہے (STEEL) کے برتن پر لکھ کر دھو کر پلائی جائے۔

"سورۂ زلزال" لوہے (STEEL) کے برتن میں لکھ کر دیں کہ مریض اس پر دیکھے اِن شآءَ اللہ صحت ہو گی۔

(کام کے اوراد، ص2)





دماغی امراض کا وظیفہ



» لَاحَوْل شریف ساٹھ بار

» الحمد شریف اور آیۃ الکرسی شریف ایک ایک بار

» تینوں قل (سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس) تین بار

پانی پر دم کر کے پلائیے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص341)

فہرست

قرآن وحدیث			
تفسیرِ قرآنِ کریم	حسد سے بچئے!	محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ	2
شرحِ حدیث	اپنا عیب خود ظاہر کرنا کیسا؟	محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ	4
ایمانیات وعبادات			
عبادات	وضو کی اہمیت، فضیلت اور برکات	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	6
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی غریب ونادار صحابہ سے محبت	محترمہ بنتِ شیر محمد عطاریہ	10
معجزاتِ انبیا	حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات وعجائبات (قسط1)	شعبہ ماہنامہ خواتین	12
انوکھی باتیں	پیارے نبی کی جدائی میں رونے والا تنا	محترمہ ام میلاد عطاریہ	14
نیک خواتین کے سبق آموز واقعات	بچوں کے ساتھ غلط بیانی مت کیجئے!	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	16
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح قصیدۂ نور (قسط2)	محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ	17
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	پیغامِ بنتِ عطار + نیک اعمال (نیک عمل نمبر46)	محترمہ بنتِ عطار باجی	19
	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط13)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	21
	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	22
اسلام اور خواتین			
بیٹیوں کی تربیت	بیٹیوں کو گھر داری سکھائیں	محترمہ ام میلاد عطاریہ	24
علم نور ہے			
قرآنیات	قرآن شفا ہے مگر کیسے؟	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	26
شرعی رہنمائی			
دار الافتاء اہلسنت		مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی	28
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل			30
رسم ورواج			
اعتقادات وتوہمات (قسط نمبر7)	سورج اور چاند گرہن	محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ	31
اخلاقیات			
کرنے والے کام	دوسروں کے ساتھ اچھائی کیجئے!	محترمہ ام انس عطاریہ	33
نا کرنے والے کام	کسی کے ساتھ برا مت کیجئے!	محترمہ بنتِ سعید عطاریہ	35
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری + تحریری مقابلہ	سہارا دینا ہے تو زندگی میں دیجئے!	محترمہ بنتِ شہزاد عالم عطاریہ	37
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	ایک قصہ ہے قرآن سے کورس	فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز	40

چیف ایڈیٹر: مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون: مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تحقیق: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی (دار الافتاء اہلسنت، شعبہ دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریر) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamakhawateen@dawateislami.net

صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ دعوتِ اسلامی



حسد سے بچئے!

محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ معاونہ و متخصصہ دارالافتاء اہلسنت دھوراجی کراچی

فرمانِ الٰہی ہے: اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا﴿۵۴﴾ (پ5، النسآء:54) ترجمہ: بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے پس بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی۔

ایک آیت میں ہے: بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴿۹۰﴾ (پ1، البقرۃ: 90) ترجمہ: انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کر رہے ہیں اس حسد کی وجہ سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تو یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کس طرح حسد سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

یاد رکھیے! حسد نہایت بری صفت ہے۔ اللہ پاک نے کئی مقامات پر حسد سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ لہٰذا مرد ہو یا عورت، ہر ایک کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ اپنے آپ کو حسد جیسی آفت سے دور رکھے اور آپس میں خوش اخلاقی اور محبت کے رشتے قائم رکھے۔

حسد کی تعریف و حکم کسی کی دینی یا دنیاوی نعمت کے زوال یعنی اس کے چھن جانے کی تمنا کرنا یا یہ خواہش کرنا کہ فلاں شخص کو یہ نعمت نہ ملے اسی کا نام حسد ہے۔[1] اگر اپنے اختیار و ارادے سے بندے کے دل میں حسد کا خیال آئے اور یہ اس پر عمل بھی کرتا ہے یا بعض اعضاء سے اس کا اظہار کرتا ہے تو یہ حرام ہے۔[2]

حسد کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں: اے مسلمانو! اللہ نے جو بعض بندوں کو بعض پر دینی، دنیاوی، جسمانی، روحانی، داخلی، خارجی بزرگیاں دی ہیں، ان میں ایک دوسرے پر حسد یا ناجائز آرزو نہ کرو، رب پر اعتراض نہ کرو۔ کسی کو امیر کیا، کسی کو غریب، کسی کو مرد بنایا، کسی کو عورت، کسی کو نیک بخت کیا، کسی کو بد بخت، کسی کو عالم یا ولی بنایا، کسی کو ان کا مُتَّبِع، یہ اس کی مہربانی ہے۔ زمین، زمان، مکین، تارے، چاند، سورج وغیرہ سب میں فرقِ مَراتِب ہے تو انسانوں میں بھی ہونا چاہیے۔ مَردوں کے لیے ان کے سے اعمال و درجات ہیں، عورتوں کے لیے ان کے لائق اعمال درجات ہیں۔ مرد غازی، سلطان، قاضی بننے کے لیے ہیں تو عورتیں غازی، سلطان، قاضی جننے کے لیے ہیں۔ مرد شمعِ محفل ہے تو عورتیں چراغ خانہ۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے اعمال کا عوض پورا پورا ملے گا۔ اللہ کے بندو! حسد، کینہ، بغض اور رب پر اعتراض نہ کرو بلکہ ہمیشہ اللہ سے اس کی مہربانی مانگو۔ اگر وہ مہربانی فرمادے تو تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب دیدے۔ یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ علیم ہے، حکیم ہے۔ اس نے جو جسے دیا حکمت سے دیا، سب بندوں کو یکساں (برابر) نہ کیا، حکمت سے ہی کیا، لہٰذا اس کی عطا پر راضی رہو، غرضیکہ اس کی عطا میں لاکھوں حکمتیں ہیں، ان حکمتوں میں غور کر کے اس کی حمد کرو نہ کہ اس پر اعتراض۔[3]

حسد سے منع کرتے ہوئے علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصطلاح میں آرزو کرنے کو تمنا کہتے ہیں۔ اللہ اگر کسی کو کسی بات میں برتری و فضیلت عطا فرمائے

اور اسے اس میں ممتاز کر دے تو اس کی ہوس نہ کرو، حرص و حسد اللہ کو پسند نہیں۔ کسی کی عزت و ترقی پر پچھتانا خواہ دنیا کی جہت سے ہو یا دین کی جس سے آپس میں حسد و بغض پیدا ہو یہ ممنوع ہے اور کسی کی ترقی دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ اللہ نے جو اسے دیا سلامت رہے اور مجھے بھی ایسا ہی دے خواہ وہ دنیا کی جہت سے ہو یا دین کی وہ غبطہ (یعنی رشک) کہلاتا ہے، یہ منع نہیں۔ جو بری صفت ہے اس میں حاسد اپنے لیے وہ نعمت چاہتا ہے جو دوسرے میں دیکھے اور اس سے اس کے زوال کا متمنی ہوتا ہے۔[4] لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ظاہری امراض کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو باطنی امراض، جیسے جھوٹ، غیبت، چغلی، حسد، تکبر وغیرہ سے بھی محفوظ رکھے اور اللہ پاک کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اپنی زندگی نیکیوں میں گزارے، ورنہ آخرت میں نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ان تمام باتوں سے واضح ہو گیا کہ حسد جیسی آفت سے بچنا ہر ایک کے لیے کتنا ضروری ہے! حسد انسان کو لے ڈوبتا ہے، حسد اللہ پاک کی ناراضی کا سبب ہے۔ حسد سے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حسد سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ حسد سے انسان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کم ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا مرد ہو یا عورت ہر ایک کو چاہیے کہ ایک دوسرے سے حسد نہ کریں بلکہ غبطہ (یعنی رشک) کریں۔ غبطہ یہ ہے کہ کسی میں کوئی خوبی یا اس کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ مجھے بھی یہ خوبی یا نعمت مل جائے اور اس سے اس خوبی یا نعمت کے زوال کی خواہش نہ ہو تو یہ غبطہ یعنی رشک ہے۔[5]

حسد سے بچنے کا علاج اللہ پاک کی رضا پر راضی رہیے، اس کی اطاعت والے کاموں میں لگی رہیے، گناہوں سے بچیے، حسد کی تباہ کاریوں پر نظر رکھیے، لوگوں کی نعمتوں پر نگاہ نہ رکھیے، دوسروں کی خوشی میں خوش رہنے کی عادت بنائیے، اپنی خامیوں کی اصلاح کیجیے اور اپنی موت کو یاد رکھیے ان شاء اللہ الکریم ایسا کرنے سے کوئی بھی باطنی مرض آپ کو قابو نہیں کر سکے گا، آپ شیطان کے وار سے بچنے میں کامیابی حاصل کر لیں گی اور دل کو بھی قرار حاصل رہے گا۔

دل کے صبر و قرار کا نسخہ دل کے صبر و قرار کا نسخہ اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا ہے۔ دنیا میں کوئی انسان ہر نعمت سے مالا مال نہیں ہوتا۔ کسی کے پاس مال ہے تو ممکن ہے صحت یا خوبصورتی کی کمی ہو، کسی کو خوبصورتی ملی ہے تو ممکن ہے مال نہ ہو۔ اگر انسان دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر اپنی محرومیوں کا غم دل میں بٹھا لے تو بے قراری بڑھتی جائے گی، لیکن اگر اللہ پاک کی عطا پر راضی رہے اور آخرت کے ثواب کو پیشِ نظر رکھے تو دل کو سکون حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ابنِ آدم کے پاس مال کی دو وادیاں بھی ہوں تو بھی وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا اور انسان کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ کرے تو اللہ پاک اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔[6]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ پاک کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔[7]

حاسدوں کے حسد، کی نہیں کوئی حد اب تو کر دو کرم، تاجدارِ حرم

لہٰذا دوسروں کی نعمتوں پر نظر رکھنے کے بجائے اللہ پاک کی عطا پر شکر اور اس کی رضا پر راضی رہنے کی عادت بنائیے، اس سے دل حسد اور بے قراری سے محفوظ رہے گا۔

اللہ پاک ہمیں حسد جیسی آفت سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 حدیقہ ندیہ، 3/34 2 حدیقہ ندیہ، 3/35 3 تفسیر نعیمی، 5/47 ملتقطاً 4 تفسیر حسنات، 1/747 5 نجات دلانے والے اعمال کی معلومات، ص275 6 بخاری، 4/228، 229، حدیث: 6436 7 مسلم، ص1211، حدیث: 7430



اپنا عیب خود ظاہر کرنا کیسا؟

محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میرے ہر اُمّتی کو اللہ پاک معاف فرمائے گا سوائے ان کے جو سرِ عام گناہ کرتے ہیں۔ سرِ عام گناہ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی رات کو ایک (گناہ کا) عمل کرتا ہے، پھر جب صبح ہوتی ہے تو اللہ پاک اُس کے اِس عمل کی پردہ پوشی فرماتا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ اے فلاں! میں نے رات کو ایسا ایسا کیا حالانکہ رات میں اُس کے ربّ نے اُسے چھپالیا۔ وہ صبح کو اللہ پاک کے پردے کو خود ہی چاک کر دیتا ہے۔[1]

شرحِ حدیث

مذکورہ حدیثِ مبارک میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ پاک ہر مسلمان کو معاف فرمادے گا، سوائے مُجاھرین کے۔

علامہ بدرُ الدِّین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مُجاھر وہ ہے جو اپنے گناہ کا اعلان کرے اور اسے ظاہر کرے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ میری اُمّت کے ہر شخص کے گناہ کو معاف کیا جائے گا اور اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی مگر یہ کہ جو سرِ عام گناہ کرتا ہے۔[2] مذکورہ حدیثِ پاک کے الفاظ **میرے ہر اُمتی کو اللہ پاک معاف فرمائے گا**، کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معافی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ عفو سے ہو یعنی رب کی طرف سے معافی دی جاوے گی۔ دوسرے یہ کہ عافیت سے ہو یعنی اسے عافیت دی ہوئی ہے، اس کی غیبت حرام ہے۔[3]

اللہ پاک کا پردہ پوشی فرمانا باطنی نعمت ہے اللہ پاک کی صفات میں سے ایک صفت سَتّار بھی ہے یعنی پردہ پوشی کرنے والا۔ اللہ پاک دنیا میں بھی اپنے بندوں کے بہت سے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے اور بروزِ قیامت بھی پردہ پوشی فرمائے گا اور یہ پردہ پوشی فرمانا اللہ پاک کی عطا کردہ باطنی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اللہ پاک قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے: وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (پ21، لقمٰن:20) ترجمہ: اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔

علامہ ابو الحسن ابنِ بَطّال رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے اِس فرمانِ عالیشان میں ظاہری نعمت سے مراد اِسلام، اچھی شکل و صورت اور رزق کی فراخی ہے جبکہ باطنی نعمت سے مراد گناہوں اور عیوب پر پردہ ڈالنا ہے۔[4]

سب کے سامنے گناہ کرنے والوں کی غیبت کرنا جائز ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ پاک کی اس نعمت کی ناقدری کرتے ہوئے خود ہی اپنے گناہوں کا چرچا کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں گناہ کیا ہے۔ چنانچہ ایسے افراد کے متعلق شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اُس شخص کی غیبت حرام ہے جو بُرائی کرے اور اُس کو چھپائے رکھے لیکن جو بے حیا ہو کر سب کے سامنے بُرائی کرے اُس کی بُرائی بیان کرنا غیبت نہیں۔[5]

اسی طرح حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علانیہ (سب کے سامنے) گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جائے گی، نہ دنیا میں ان کی غیبت حرام ہوگی، اِن کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنے پردہ دار نہیں۔[6]

گناہ کا اظہار کرنا بھی گناہ ہے گناہ چھپ کر ہو یا سب کے سامنے، ہر صورت میں گناہ ہی ہے، لیکن سرِ عام گناہ کرنے میں گناہ کی

برائی کے ساتھ اس کا اظہار بھی شامل ہو جاتا ہے۔ گناہ کا اظہار کرنا گویا اس بات کی علامت ہے کہ انسان کو اپنے گناہ پر شرمندگی نہیں اور نہ ہی اللہ پاک کے سامنے جواب دہ ہونے کا خوف ہے۔ مزید یہ کہ گناہ کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے انہیں بھی گناہ کی ترغیب مل سکتی ہے۔

مفتی شریف الحق اَمجدی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: گناہ کا اِرتکاب بہر حال گناہ ہے مگر اِس کا اِعلان کرنا بھی گناہ ہے بلکہ اِرتکابِ گناہ سے (بھی) بڑا گناہ ہے، (کیونکہ) یہ گناہ کی اِشاعت بھی ہے اور نڈر ہونا بھی ہے۔[7]

گناہوں سے بچنے کا حکم اللہ پاک نے پوشیدہ گناہوں کے ساتھ ساتھ علانیہ گناہوں سے بھی بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ۠ (پ8، الانعام:120) ترجمہ: اور ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں انہیں عنقریب ان گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کا وہ اِرتکاب کرتے تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب اعلانیہ اور مجمعِ عام میں ہو اور باطنی گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو چھپ کر کئے جائیں۔[8]

اِظہارِ گناہ پر اُبھارنے والے اسباب

(1) جرأت و بے باکی بعض اوقات انسان اللہ پاک کے عذاب سے بے خوف ہونے کی وجہ سے گناہ کا اظہار کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔ عذاب سے بے خوفی اسے گناہوں اور ان کے اظہار پر دلیر کر دیتی ہے جو بہت خطرے کی بات ہے۔ اللہ پاک قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۠ (پ9، الاعراف:99) ترجمہ: کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

(2) جہالت و لاعلمی بسا اوقات گناہ کا اظہار کرنے والے کو اس بات کا علم ہی نہیں ہوتا کہ گناہ کا اظہار کرنا بھی گناہ ہے۔ یوں وہ لاعلمی کی وجہ سے دوسروں کے سامنے اپنے گناہوں کا ذکر کر کے انہیں بھی اپنے گناہوں پر گواہ بنالیتا ہے۔

(3) زیادہ بولنے کی عادت زیادہ بولنے کا عادی انسان بسا اوقات اپنی اس عادت کی وجہ سے اظہارِ گناہ میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

اِحْفَظْ لِسَانَكَ لَا تَقُوْلُ فَتُبْتَلٰى اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ

ترجمہ: اپنی زبان کی حفاظت کر، نہ بول، نہ مصیبت میں پڑ، بے شک مصیبتیں گفتگو کے ساتھ جُڑی ہوئی ہوتی ہیں۔[9]

نوجوان نسل اور گناہوں کی کثرت افسوس! ہمارے معاشرے میں سرِعام گناہ کرنا اور گناہوں کا بے باکی کے ساتھ اظہار کرنا عام ہوتا جارہا ہے۔ بعض لوگ نمازیں قضا ہونے یا دیگر گناہوں کا ذکر بھی فخریا بے فکری کے انداز میں کرتے ہیں۔ بالخصوص بعض نوجوان لڑکے اور لڑکیاں نامحرموں سے ناجائز تعلقات یا دیگر گناہوں کا اپنے دوستوں کے سامنے ذکر کرتے اور کبھی اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ ایک حدیثِ مبارک میں ہے: جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام کھلم کھلا ہونے لگ جائیں تو ان میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہو جاتی ہیں جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔[10]

یہ کس قدر بد نصیبی کی بات ہے کہ اللہ پاک تو بندے کے گناہوں پر پردہ ڈالے اور بندہ خود اس پردے کو چاک کر دے! ہمیں چاہیے کہ اللہ پاک اور لوگوں سے حیا کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی تشہیر نہ کریں، بلکہ سچی توبہ کر کے انہیں چھوڑ دیں، تاکہ اللہ پاک دنیا میں بھی عزت و عافیت عطا فرمائے اور قیامت کے دن بھی رسوائی سے محفوظ رکھے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 بخاری، 4/118، حدیث:6069 2 عمدۃ القاری، 15/221، تحت الحدیث: 6069 3 مراٰۃ المناجیح، 6/458 4 شرح بخاری لابن بطال، 9/263 5 اشعۃ اللمعات، 4/77 6 مراٰۃ المناجیح، 6/459 7 نزہۃ القاری، 5/578 8 تفسیر صراط الجنان، 3/193 9 منہاج العابدین، ص66 10 ابن ماجہ، 4/368، حدیث:4019



وضو کی اہمیت، فضیلت اور برکات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

انسان اپنی روزمرہ زندگی میں صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتا ہے۔ صاف لباس، پاکیزہ جسم، صاف گھر اور عمدہ ظاہری حالت انسان کے وقار اور سلیقے کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ دینِ اسلام نے بھی ظاہری پاکیزگی کی ترغیب دی ہے، لیکن اسلام کی تعلیمات صرف جسم اور لباس کی صفائی تک محدود نہیں بلکہ انسان کے ظاہر کے ساتھ اس کے باطن کی پاکیزگی پر بھی توجہ دلاتی ہیں۔

وضو اسی پاکیزگی کا ایک خوب صورت عملی مظہر ہے۔ وضو کے ذریعے مسلمان نماز اور دیگر عبادات کے لیے ظاہری پاکیزگی حاصل کرتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ پاک کی رحمت و رضا کے مستحق بھی بنتے ہیں۔ الغرض وضو محض ہاتھ، منہ اور پاؤں دھونے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسی عبادت ہے جو بندے کو اپنے رب کے حضور حاضری کے لیے تیار کرتی ہے۔

اللہ پاک نے پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے اپنی محبت کا ذکر یوں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۝۲۲۲ (پ2، البقرۃ:222) ترجمہ: بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: پاکیزگی نصف ایمان ہے۔[1] جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اسلام صاف ستھرا (دین) ہے تو تم بھی پاکیزگی حاصل کیا کرو کیونکہ جنت میں صاف ستھرا رہنے والا (مسلمان) ہی داخل ہو گا۔[2]

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ پاکیزگی اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے۔ بدن کی پاکیزگی ہو یا لباس کی ستھرائی، ظاہری شکل وصورت کی عمدگی ہو یا رہن سہن کا سلیقہ، گھر اور سامان کی صفائی ہو یا دیگر معاملات میں پاکیزگی و نفاست، اسلام انسان کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔

وضو کی ابتدا کیسے ہوئی؟

وضو کی اہمیت اور فضیلت جاننے سے پہلے یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ وضو کی ابتدا کیسے ہوئی! اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ طواف فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے وضو کی ابتدا کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طواف مکمل فرمایا، پھر اس شخص کے سوال کا جواب دیتے ہوئے وضو کی ابتدا سے متعلق ایک تفصیلی واقعہ بیان فرمایا۔[3]

اس روایت کے مطابق، جب اللہ پاک نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں بتایا تو فرشتوں نے اس معاملے کی حکمت پوچھی۔ اللہ پاک نے فرمایا: اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝۳۰ (پ1، البقرۃ:30) ترجمہ: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ پھر روایت میں آگے آتا ہے کہ فرشتوں نے اللہ پاک کے حضور توبہ واستغفار کیا تو انہیں وضو کے مختلف اعضا دھونے اور مسح کرنے کا حکم دیا گیا۔ فرشتوں نے اللہ پاک کے حکم کے مطابق عمل کیا، پھر انہیں بتایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے جو مومن اسی طرح وضو کرے گا، اسے مغفرت و رضا کی نعمتیں عطا ہوں گی۔ یوں اس روایت میں وضو کو اللہ پاک کی مغفرت و رضا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔[4]

سبحان اللہ! وضو کی یہ برکت کتنی عظیم ہے کہ مسلمان جب پاکیزگی کی نیت سے وضو کرتے ہیں تو ظاہری پاکیزگی کے ساتھ گناہوں سے پاکیزگی اور اللہ پاک کی رضا کی امید بھی رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ وضو کو صرف ایک معمول سمجھ کر نہ کریں بلکہ اس عظیم عبادت کی قدر کرتے ہوئے اس کے آداب اور فضائل کو پیشِ نظر رکھیں۔

باوضو رہنے کی اہمیت

وضو صرف نماز سے پہلے پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ اللہ پاک کے نیک بندوں کا معمول بھی رہا ہے۔ صوفیائے کرام کے ہاں ہر وقت باوضو رہنے کا خصوصی اہتمام ملتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی موت کا وقت معلوم نہیں، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ جب بھی موت آئے، پاکیزگی کی حالت میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃُ اللہِ علیہ عقیدت مندوں کی تربیت اور اصلاح کے لیے گفتگو فرماتے تو بزرگانِ دین کے بعض نصیحت آموز ارشادات بھی بیان فرماتے۔ آپ رحمۃُ اللہِ علیہ اکثر یہ دو اشعار پڑھا کرتے جن میں تصوف کے آٹھ اہم آداب بیان کیے گئے ہیں:

باوضو رہ، بول تھوڑا، کر ذکر　　ربط دل رکھ پیر سے، کھودے خطر
رہ جدا لوگوں سے، تھوڑا کھا طعام　　اعتراضی چھوڑ، آٹھوں ہیں تمام

ان اشعار میں اللہ پاک کی محبت اور اس کی راہ پر چلنے والوں کے آداب میں سب سے پہلے باوضو رہنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سفر ہو یا حضر، صوفیائے کرام ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت ابو نصر سراج طوسی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیا کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ وہ سفر میں ہمیشہ باوضو رہتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ معلوم نہیں کب موت آجائے، کیونکہ اللہ پاک فرماتا ہے: اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ11، یونس:49) ترجمہ: تو جب وہ مدت آجائے گی تو وہ لوگ ایک گھڑی نہ تو اس سے پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے ہو سکیں گے۔[5] اسی جذبے کے تحت اللہ والوں کا معمول تھا کہ وہ ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرتے تاکہ اگر اچانک موت آجائے تو پاکیزگی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوں۔ یہاں تک کہ ایک بزرگ کے متعلق منقول ہے کہ اگر ان کا وضو باقی نہ رہتا اور قریب ہی دریا پر وضو کرنے کے لیے جانا ہوتا تو پہلے تیمم کر لیتے، اس اندیشے سے کہ کہیں دریا تک پہنچنے سے پہلے موت نہ آجائے۔

وضو کے فضائل

(1) وضو گناہ جھڑنے کا ذریعہ ہے اللہ کریم کے آخری رسول صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جب بندۂ مومن وضو کرتے ہوئے کُلّی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں، جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے کناروں کے نیچے کے گناہ بھی نکل جاتے ہیں۔ جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے کانوں کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں۔ جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے گناہ بھی نکل جاتے ہیں۔[6]

(2) بروزِ قیامت وضو کرنے والے کی پیشانی چمکتی ہوگی حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: میری اُمّت کو قیامت کے دن پکارا جائے گا تو وضو کے باعث ان کی پیشانیاں اور قدم چمکتے ہوں گے، لہٰذا تم میں سے جو اپنی چمک میں اضافہ کرنے کی طاقت رکھے اُسے چاہیے کہ وہ ایسا ہی کرے۔[7]

(3) مشقت کے وقت کامل وضو درجات کی بلندی کا سبب ہے حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا: کیا میں

تمہاری ایسے عمل کی طرف راہ نمائی نہ کروں جس کے سبب اللہ پاک گناہ مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! کیوں نہیں! ارشاد فرمایا: دشواری کے وقت کامل وضو کرنا، مسجد کی طرف کثرت سے چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہی گناہوں سے حفاظت کے لئے قلعہ ہے۔[8]

(4)وضو پر وضو کرنا دس نیکیاں پانے کا ذریعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو وضو ہونے کے باوجود وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔[9]

(5)وضو کرکے دو رکعت پڑھنا جنت واجب کرنے والا عمل ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: جو اچھے طریقے سے وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں دل جمعی سے ادا کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔[10]

باوضو رہنے کی برکتیں

وضو کی بے شمار برکتیں ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(1)حالتِ وضو میں وفات پانا نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تم ہمیشہ باوضو رہنے کی طاقت رکھو تو ایسا ہی کرو کیونکہ مَلَكُ الْمَوْت (یعنی روح نکالنے والا فرشتہ) جس بندے کی روح حالتِ وضو میں نکالتا ہے اس کے لئے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔[11]

(2)باوضو سو کر دعا کرنے کی فضیلت اللہ پاک کے سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو باوضو اللہ پاک کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بستر کی طرف آئے یہاں تک کہ اس پر غنودگی چھا جائے تو وہ رات کی جس گھڑی میں بھی اللہ پاک سے دنیا اور آخرت کی جو بھلائی طلب کرے اللہ پاک اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔[12]

(3)ہر وقت باوضو رہنا مومن کی صفت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: دین پر ثابت قدم رہو تم ہرگز اس کی برکات شمار نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے اور مومن ہی ہر وقت باوضو رہ سکتا ہے۔[13]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہر وقت باوضو رہنا ہر حدث (وضو توڑنے کا سبب پائے جانے) کے بعد معاً (یعنی فوراً) وضو کرنا مستحب ہے۔ وضو کی محافظت اسلام کی سنت ہے۔[14]

بعض عارفین نے فرمایا: جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالیٰ اُسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے:

1. ملائکہ (فرشتے) اس کی صحبت میں رغبت کریں۔
2. قلم اُس کی نیکیاں لکھتا رہے۔
3. اُس کے اعضاء تسبیح کریں۔
4. اُس سے تکبیرِ اُولیٰ فوت نہ ہو۔
5. جب سوئے اللہ تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجے کہ جن و انس (یعنی جنات اور انسان) کے شر سے اس کی حفاظت کریں۔
6. سکراتِ موت (یعنی موت کی تکلیف) اُس پر آسان ہو۔
7. جب تک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے۔[15]

وضو کے دوران اور بعد میں پڑھے جانے والے اذکار

وضو کے ہر عمل میں پاکیزگی کے ساتھ اللہ پاک کی یاد بھی شامل ہو جائے تو اس عبادت کی برکت مزید بڑھ جاتی ہے۔ وضو مکمل کرنے کے بعد نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بعض دعائیں اور اذکار ارشاد فرمائے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ وضو کے بعد انہیں پڑھنے کا معمول بنائیں۔

جنت کی بشارت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو کامل وضو کرے، پھر یہ کلمہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔[16]

مضبوط مہر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرنے کے بعد یہ کلمات سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ پڑھے تو ان کلمات کو چمڑے میں لکھ کر مہر لگا دی جاتی ہے، پھر اس مہر کو قیامت تک توڑا نہیں جائے گا۔[17]

نظر کبھی کمزور نہ ہو جو وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھ کر ایک مرتبہ سورۂ قدر پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ اس کی نظر کبھی کمزور نہیں ہوگی۔[18]

وضو کے بعد تین بار سورۂ قدر پڑھنے کے فضائل حدیثِ مبارک میں ہے: جو وضو کے بعد ایک مرتبہ سورۂ قدر پڑھے تو وہ صدیقین میں سے ہے، جو دو مرتبہ پڑھے وہ شہیدوں میں شمار کیا جائے اور جو تین مرتبہ پڑھے تو اللہ پاک میدانِ محشر میں اسے اپنے انبیا کے ساتھ رکھے گا۔[19]

وضو کے بعد کی دعا جو وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ تو یہ دعا مہر لگا کر عرش کے نیچے رکھ دی جائے گی اور قیامت کے دن اس پڑھنے والے کو دی جائے گی۔[20] وضو کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لیجئے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔[21]

تحیۃ الوضو کا ثواب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نمازِ فجر کے وقت ارشاد فرمایا: اے بلال! مجھے اپنے اسلام میں کئے گئے سب سے زیادہ امید دلانے والے عمل کے بارے میں بتاؤ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ انہوں نے عرض کی: میں نے اتنی امید دلانے والا عمل تو کوئی نہیں کیا، البتہ! میں دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی وضو کرتا ہوں تو جتنی رکعتیں ہو سکتی ہیں نماز ادا کر لیتا ہوں۔[22]

امام غزالی کی اہم نصیحت

حضرت امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وضو کے بعد جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اسے یہ سوچنا چاہیے کہ اس نے اپنے جسم کو پاک کر لیا ہے، حالانکہ جسم تو لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ اصل توجہ اس دل کی پاکیزگی پر ہونی چاہیے جس پر اللہ پاک کی نظر ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ پاک کے حضور کھڑے ہونے سے پہلے دل کو بھی گناہوں، برے خیالات اور ناپسندیدہ اخلاق سے پاک کرنا ضروری ہے۔ دل کی حقیقی صفائی توبہ، اخلاص اور اچھے اخلاق اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جو صرف ظاہری صفائی پر اکتفا کرے اور اپنے باطن کی اصلاح نہ کرے، اس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو کسی عظیم مہمان کے استقبال کے لیے گھر کے صرف دروازے کو سجا دے، لیکن گھر کے اندر گندگی اور بدبو باقی رہنے دے۔ ظاہر ہے کہ ایسا طرزِ عمل عقل و دانائی کے خلاف ہے۔ اسی طرح اللہ پاک کے حضور حاضر ہونے سے پہلے ظاہری پاکیزگی کے ساتھ دل کی پاکیزگی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے۔[23]

الغرض وضو صرف جسمانی صفائی کا نام نہیں بلکہ ۞ یہ ایک ایسا خوبصورت اور نورانی عمل ہے جو انسان کے ظاہر اور باطن دونوں کو نکھار دیتا ہے۔ ۞ یہ عبادت کو انجام دینے کے لئے ایک بہترین روحانی تیاری ہے۔ ۞ اس سے روح کو تازگی نصیب ہوتی ہے۔ ۞ بندہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے کا شرف پانے کے لئے پوری طرح تیار ہو جاتا ہے اور ۞ یہ اسلام کی خوبصورتی کا بہترین نمونہ ہے۔

---

1 مسلم، ص115، حدیث:534 2 کنز العمال، الجزء التاسع، 5/123، حدیث: 25996 3 سلوۃ العارفین، 1/170، 171 4 سلوۃ العارفین، 1/170، 171 5 اللمع فی تاریخ التصوف، ص197 6 نسائی، ص25، حدیث:103 7 بخاری، 1/71، حدیث:136 8 مسلم، ص123، حدیث: 587 9 ابو داود، 1/56، حدیث:62 10 مسلم، ص118، حدیث:553 11 شعب الایمان، 3/29، حدیث:2783 12 ترمذی، 5/311، حدیث:3537 13 ابن ماجہ، 1/178، رقم:277 14 فتاویٰ رضویہ، 1/944 15 فتاویٰ رضویہ، 1/945 16 مسلم، ص118، رقم: 553 17 معجم اوسط، 1/397، رقم: 1455 18 مسائل القرآن، ص290 19 کنز العمال، الجزء التاسع، 5/132، رقم: 26085 20 شعب الایمان، 3/21، رقم: 2754 21 ترمذی، 1/121، حدیث:55 22 بخاری، 1/390، رقم: 1149 23 احیاء علوم الدین، 1/185 ملخصاً



حضور کی غریب و نادار صحابہ سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 53ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ شیر محمد عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: فقہ ایئر، فیضان عطار کراچی)

غریبوں اور مسکینوں سے محبت کرنا اخلاقِ حسنہ کا بنیادی حصہ ہے۔ اسلام اور انسانیت ہمیں سکھاتے ہیں کہ نادار افراد کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، ان کی مدد کریں تاکہ معاشرے میں محبت و بھائی چارہ اور برابری کی فضا قائم ہو۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم غریبوں اور مسکینوں سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، آپ غریبوں کے غم خوار تھے، آپ نے ہمیشہ غریبوں کو گلے لگایا اور انہیں معاشرے میں عزت و احترام ہی نہیں دیا، بلکہ ان سے محبت کرنے، ان کے قریب رہنے اور ان کی قدر کرنے کے بارے میں خصوصی تاکید بھی فرمائی۔ یہاں تک کہ اللہ پاک سے دعا فرماتے: اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت دے اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر فرما۔[1]

حضور مسجدِ نبوی کے چبوترے پر بیٹھنے والے غریبوں اور بے سر و سامان صحابہ (اصحابِ صفہ) کو خصوصی شفقت و قرب سے نوازتے اور خود ان کی خبر گیری فرماتے۔ اگر کوئی صحابی بیمار ہو جاتے تو ان کی عیادت کے لیے خود ان کے گھر تشریف لے جاتے، چاہے وہ مالی طور پر کتنے ہی کمزور اور نادار کیوں نہ ہوں۔ نیز آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مالداروں کے ساتھ ساتھ غریبوں کی دعوت کو بھی بخوشی قبول فرماتے تھے اور کسی کو غربت کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے۔ نیز حضور نے یہ اصول قائم فرمایا کہ کسی انسان کی عزت کا معیار اس کا مال نہیں، بلکہ اس کا تقویٰ اور اخلاق ہے، حضرت بلال حبشی اور سلمان فارسی جیسے غریب اور نادار صحابہ کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ آپ کی محبت ہی کا ثمر ہے۔

ایک حدیثِ مبارک میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کرو اور انہیں اپنے قریب کرو کیونکہ اللہ پاک قیامت کے دن تمہیں (اس کی وجہ سے) قریب فرمائے گا۔[2]

ہمیں بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ادا کو اپناتے ہوئے غریبوں اور ناداروں سے محبت کرنی چاہیے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ مسکین اور غریب کے ساتھ اچھا سلوک ایک ایسا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے جو معاشرے میں محبت، سکون اور برابری کو فروغ دیتا ہے۔ اسلام اور انسانی اقدار میں کمزور اور نادار افراد کی مدد کرنے، ان کے حقوق کا خیال رکھنے اور ان سے نرمی سے پیش آنے پر زور دیا گیا ہے۔

معاشرے کی حقیقی ترقی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ طاقتور اور صاحبِ استطاعت لوگ کمزوروں کا ہاتھ پکڑیں یعنی ان کی مدد کریں اور ان سے محبت کریں، مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک نہ صرف آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے بلکہ ایک پرامن اور مہذب معاشرہ تشکیل دینے کی بنیاد بھی ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی حضور کی غریب و نادار صحابہ سے محبت کا حصہ عطا فرمائے۔ اٰمین

محترمہ بنتِ محمد اقبال عطاریہ
(طالبہ: فقہ ایئر، جڑانوالہ فیصل آباد)

سیرتِ رسول کا ایک خوبصورت پہلو یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم غریب و نادار صحابہ کرام سے بے پناہ محبت، شفقت اور خاص الفت فرماتے تھے۔ آپ ان کی خبر گیری خود فرماتے، ان کو خاص مقام عطا فرماتے اور ان کے غم میں بھی شریک ہوتے تھے۔ قرآنِ کریم میں ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پ11، التوبۃ:128) ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

حضور کے خاص خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور کی دس برس خدمت کی مگر حضور نے کبھی بھی ان سے اف نہ فرمایا نہ یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا؟[3]

سبحٰن اللہ! میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کیسا اندازِ محبت ہے کہ کبھی بھی آپ نے ان کو کسی بات پر جھڑکا نہ ڈانٹا، حالانکہ انسان کتنا ہی صابر ہو، بسا اوقات جلد بازی میں کچھ نہ کچھ بول ہی دیتا ہے مگر میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے اصحاب سے نہایت شفقت و نرمی والا معاملہ فرماتے۔

غریبوں کا صدقہ بعض صحابہ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ! مال دار لوگ اجر و ثواب میں بڑھ گئے، وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد مال سے صدقہ دیتے ہیں (جبکہ ہمارے پاس ضرورت سے زائد مال نہیں ہے جس سے ہم صدقہ کریں)، تو حضور نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ پاک نے تمہارے لئے وہ اعمال نہیں بنائے جن کے ذریعے تم صدقہ کرو؟ بے شک ہر تسبیح (سبحٰن اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تکبیر (اللہُ اکبر کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمدُ للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا) صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور تمہاری شرم گاہ میں بھی صدقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی خواہش پوری کرے تو کیا اس میں بھی اس کے لئے اجر ہے؟ ارشاد فرمایا: مجھے بتاؤ کہ اگر وہ حرام جگہ اپنی خواہش پوری کرتا تو اس پر گناہ نہ ملتا؟ اسی طرح جب وہ حلال جگہ خواہش پوری کرے گا تو اس کے لئے ثواب ہو گا۔[4]

دودھ کا پیالہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے، کئی دن کے فاقہ کی وجہ سے زمین پر کھڑا ہونا دشوار تھا، کچھ اصحاب سے انہوں نے اشارۃً بات کی کہ کھانے کو مل جائے مگر وہ نہ سمجھ پائے، آخر کار نبی رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ادھر تشریف لائے اور ان کے دل کی کیفیت کو جان کر انہیں اپنے ساتھ کاشانۂ اقدس لے گئے، وہاں دودھ کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، آپ نے اصحابِ صفہ کو بھی بلوایا، جب وہ لوگ آ گئے تو حضور نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! پیالہ اٹھاؤ اور ان لوگوں کو پلاؤ۔ جب سب اصحابِ صفہ خوب سیر ہو چکے تو حضور نے پیالہ اپنے مقدس ہاتھ میں رکھا اور ابوہریرہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ پھر فرمایا: بیٹھ جاؤ اور پیو۔ پھر وہ حضور کے اصرار پر پیتے رہے یہاں تک کہ دودھ پینے کی گنجائش نہ رہی تو وہ پیالہ حضور نے لے کر اللہ پاک کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ پی لیا۔[5]

کیسی محبت تھی حضور کی اپنے غریب صحابہ سے کہ حضور ان کی کیفیات سے بھی واقف ہوتے، نہ صرف واقف ہوتے بلکہ ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام فرماتے۔ حضور کا سب صحابہ کرام کو پلا کر پھر خود نوش فرمانا یہ محبت ہی کا انداز ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں بھی غریب و نادار لوگوں کی دلجوئی کرنے اور مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 ابن ماجہ، 4/434، حدیث: 4126 2 ترمذی، 4/158، حدیث: 2359 3 بخاری، 4/110، حدیث: 6038 4 مسلم، ص390، حدیث: 2329 5 بخاری، 4/234، حدیث: 6452 ملخصاً



حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط 1)

ذرا تصور کیجیے! ایک ایسی عظیم بادشاہت جس کے بادشاہ کے حکم سے انسانوں کے ساتھ جنات بھی کام کرتے ہوں، پرندوں کی بولیاں سمجھ میں آتی ہوں، ہوا بھی اللہ پاک کے حکم سے تابع ہو اور آنکھوں کے سامنے ایسے ایسے عجائبات ظاہر ہوں کہ دیکھنے والا اللہ پاک کی قدرت پر عش عش کر اٹھے!

یہ کسی خیالی داستان کا منظر نہیں، بلکہ اللہ پاک کے برگزیدہ نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ بے مثال سلطنت ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر ملتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ پاک نے نبوت کے ساتھ علم و حکمت اور ایسی عظیم الشان سلطنت عطا فرمائی جو آپ سے پہلے کسی کو ملی نہ آپ کے بعد کسی کو عطا ہوئی۔ آپ کو انسانوں کے ساتھ جنات پر بھی اللہ پاک کے حکم سے تصرف حاصل تھا، پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اور ہوا بھی آپ کے تابع تھی۔ الغرض! آپ کی سلطنت میں ایسی ایسی نشانیاں جمع تھیں جو اللہ پاک کی قدرت اور اپنے نبی کی شان کو ظاہر کرتی تھیں۔ لیکن کیا آپ جانتی ہیں کہ اتنی عظیم سلطنت کے مالک بننے والے حضرت سلیمان علیہ السلام کی غیر معمولی ذہانت اور حکمت کم سنی ہی میں ظاہر ہو گئی تھی؟

کم سنی میں حکمت و دانائی

ایک مرتبہ کچھ بکریاں رات کے وقت ایک شخص کے کھیت میں گھس گئیں اور اس کی کھیتی کو نقصان پہنچا دیا۔ معاملہ حضرت داود علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ چونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے، اس لیے بکریاں کھیتی کے مالک کو دے دی جائیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس معاملے میں ایک اور مناسب صورت عرض کی کہ بکریوں کا مالک اس وقت تک کھیتی کی دیکھ بھال کرے جب تک وہ اپنی پہلی حالت پر نہ آجائے، جبکہ اس دوران کھیتی کا مالک بکریوں کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ جب کھیتی اپنی سابقہ حالت پر آجائے تو کھیتی اس کے مالک کو اور بکریاں ان کے مالک کو واپس کر دی جائیں۔ حضرت داود علیہ السلام کو اپنے فرزند کا یہ مشورہ پسند آیا اور اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا۔[1]

اللہ پاک نے اس واقعے کے بارے میں ارشاد فرمایا: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا (پ17، الانبیاء:79) ترجمہ: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

یاد رہے! اللہ پاک نے اپنے برگزیدہ انبیائے کرام علیہم السلام کو نبوت کے عظیم منصب کے ساتھ علم، حکمت اور دانائی کی بے شمار نعمتیں بھی عطا فرمائیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتِ مبارکہ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے ان کی بصیرت، معاملہ فہمی اور درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت نمایاں ہوتی ہے۔ یہ حکمت و دانائی بھی اللہ پاک کی عطا ہوتی ہے اور ان کے منصبِ نبوت کے شایانِ شان ہوتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ پاک نے علم و حکمت سے خصوصی حصہ عطا فرمایا تھا۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ پاک نے کم سنی ہی میں غیر معمولی فہم و فراست عطا فرمائی تھی۔ حضرت داود علیہ السلام بھی آپ کی

دانائی سے متاثر ہوئے اور آپ کو مختلف امورِ سلطنت میں شریک فرمانے لگے۔

حکمت بھری گفتگو

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمت و دانائی کا ایک اور واقعہ بھی منقول ہے۔ حضرت مکحول رحمۃُ اللہِ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داود علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا: اے میرے بیٹے! سب سے زیادہ خوب صورت چیز کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی: اللہ پاک کی طرف سے عطا ہونے والا اطمینان اور ایمان۔

انہوں نے پھر پوچھا: سب سے زیادہ بری چیز کیا ہے؟ عرض کی: ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا۔ پھر پوچھا: سب سے زیادہ میٹھی چیز کیا ہے؟ عرض کی: اللہ پاک کی طرف سے اس کے بندوں کے درمیان رحمت و راحت۔

پھر پوچھا: سب سے زیادہ ٹھنڈی چیز کیا ہے؟ عرض کی: اللہ پاک کا لوگوں سے درگزر فرمانا اور لوگوں کا ایک دوسرے کو معاف کر دینا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان حکمت بھرے جوابات سے حضرت داود علیہ السلام بہت متاثر ہوئے اور فرمایا: پس تم نبی ہو۔[2]

کم سنی میں ایسی حکمت و دانائی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ اللہ پاک کی خاص عطا تھی، جس نے آگے چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی عظیم الشان بادشاہت کا بادشاہ بنایا جس کی مثال دنیا نے کم ہی دیکھی۔

ایسی سلطنت جو کسی کو نہ ملی!

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک موقع پر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (پ23، ص:35) ترجمہ: عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلے مغفرت طلب کی، پھر سلطنت کی دعا کی۔ یہ انداز بھی ہمارے لیے سبق آموز ہے کہ اللہ پاک کے نیک بندے اپنی حاجات پیش کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں عاجزی اور استغفار کو مقدم رکھتے ہیں۔

یاد رہے! آپ کی یہ دعا فخر و تفاخر یا معاذ اللہ نمود و نمائش کے لیے نہیں بلکہ غلبۂ دینِ حق، ظلم کے رد اور عدل کے فروغ کے لیے تھی، کیونکہ آپ کا زمانہ ظالم و جابر اور اپنی مملکت پر فخر کرنے والے بادشاہوں کا زمانہ تھا اور ہر نبی کو اس کی قوم کے مطابق معجزے دیئے گئے جو ان کے فخر و تکبر کو مٹانے والے ہوں تو چونکہ حضرت سلیمان کا عہد ایسے ظالم و جابر اور مغرور و متکبر بادشاہوں کا تھا اس لیے آپ نے بطور معجزہ ایسی سلطنت طلب کی جو ان کے غرور و تکبر کو توڑ دے اور آپ کے زمانے میں آپ کے سوا کسی اور کے لیے ایسی سلطنت نہ ہو۔[3] چنانچہ اللہ پاک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایسی عظیم الشان سلطنت عطا فرمائی جو محض دنیاوی اقتدار نہ تھی، بلکہ اللہ پاک کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم نعمت اور آپ کی نبوت کی روشن نشانی تھی۔ قرآنِ کریم میں اس سلطنت کے مختلف پہلوؤں اور آپ کو عطا ہونے والی حیرت انگیز نعمتوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان واقعات پر غور کرنے سے اللہ پاک کی قدرت، انبیائے کرام علیہمُ السلام کے مقام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ پاک نے اپنے اس برگزیدہ نبی کو جو منفرد نعمتیں عطا فرمائیں، ان میں سے ہر ایک اپنے اندر قدرتِ الٰہی کی ایک حیرت انگیز نشانی رکھتی ہے۔

اس سلسلے کی اگلی قسط میں ان شاء اللہ یہ بیان کیا جائے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کیے گئے جنات کیا کام کرتے تھے؟ ہوا کس طرح آپ کے حکم پر چلتی تھی؟ اور پرندوں کی بولی سمجھنے کا عجیب و غریب واقعہ کیا تھا؟

---

1. تفسیر نسفی، ص722، 723 مفہوماً
2. تفسیر ابن ابی حاتم، 10/3240، رقم:18349
3. تفسیر روح المعانی، 12/266، جز:23 ماخوذاً

پیارے نبی کی جدائی میں رونے والا تنا



محترمہ اُمِّ میلاد عطاریہ
نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

بارش ابھی کچھ دیر پہلے ہی تھمی تھی۔ صحن میں لگے پودوں کے پتوں پر پانی کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے اور ٹھنڈی ہوا سے درختوں کی شاخیں ہلکے ہلکے جھوم رہی تھیں۔ عافیہ اور ہانیہ کھڑکی کے پاس بیٹھی بارش کے بعد کا یہ خوب صورت منظر دیکھ رہی تھیں۔

ہانیہ کی نظر صحن میں کھڑے ایک پرانے درخت پر پڑی۔ ہانیہ کچھ دیر اسے غور سے دیکھتی رہی، پھر بولی: خالہ جان! کیا درخت بھی خوشی اور غمی محسوس کرتے ہیں؟

خالہ جان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ہاں بیٹی! درخت بھی اللہ پاک کی مخلوق ہیں۔ اللہ پاک نے اپنی ہر مخلوق کو اپنی قدرت کے مطابق مختلف صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ ہم درختوں کی کیفیت کو انسانوں کی طرح نہیں سمجھ سکتے، لیکن اللہ پاک جب چاہے اپنی مخلوق کی ایسی کیفیات ظاہر فرما دیتا ہے جنہیں دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔

عافیہ نے فوراً پوچھا: کیا کبھی کسی درخت نے اپنی خوشی یا غم کا اظہار بھی کیا ہے؟

خالہ جان نے محبت سے دونوں بچیوں کی طرف دیکھا اور کہا: کیوں نہیں! بلکہ ایک مرتبہ تو ایک کھجور کا تنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی جدائی میں اس طرح رویا کہ مسجدِ نبوی شریف میں موجود صحابۂ کرام نے بھی اس کی آواز سنی۔

لکڑی کا تنا رویا تھا! ہانیہ نے حیرت سے پوچھا۔ خالہ جان مسکرائیں: بالکل! یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ایک عظیم معجزہ تھا۔ آؤ! میں تمہیں وہ ایمان افروز واقعہ سناتی ہوں۔

دونوں بچیاں فوراً خالہ جان کے قریب ہو گئیں اور پوری توجہ سے ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

مسجدِ نبوی کا ایک منظر خالہ جان نے کہنا شروع کیا: یہ اُس زمانے کی بات ہے جب مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی شریف میں ابھی منبر نہیں بنایا گیا تھا۔ جب حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے تو مسجد میں موجود کھجور کے ایک تنے کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔

کھجور کا تنا؟ ہانیہ نے حیرت سے پوچھا۔ جی ہاں! خالہ جان نے جواب دیا، وہ تنا حضور ﷺ کی مبارک مجلس کے قریب رہتا، آپ کا ذکر سنتا اور آپ کی زبانِ اقدس سے ارشادات سننے کی سعادت پاتا تھا۔

دونوں بچیاں خاموشی سے سن رہی تھیں اور ان کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ خالہ جان نے بات جاری رکھی: پھر صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ اگر حضور ﷺ کے لیے ایک منبر بنا دیا جائے تو خطبہ ارشاد فرمانے میں سہولت ہو گی اور سب لوگ حضور ﷺ کو اچھی طرح دیکھ بھی سکیں گے۔ تو حضور ﷺ نے اجازت عطا فرما دی، چنانچہ ایک منبر تیار کر دیا گیا۔

جدائی کا لمحہ جمعہ کا دن آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ فرما ہو گئے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان خاموشی سے حضور ﷺ کی طرف متوجہ تھے۔ لیکن ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ مسجدِ نبوی میں ایک عجیب آواز گونجنے لگی۔ کیسی آواز؟

عافیہ نے بے اختیار پوچھا۔ خالہ جان نے مسکرا کر کہا: وہ آواز اسی کھجور کے تنے کی تھی!

لکڑی کے تنے کی؟ ہانیہ حیرت سے بولی۔ جی ہاں! وہ تنا حضور ﷺ کی جدائی پر ایسی آواز سے رونے لگا جو حاملہ اونٹنی کے رونے جیسی تھی۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے ایسی کیفیت پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ دونوں بچیوں کے چہرے حیرت سے کھل گئے۔

خالہ جان نے کہا: سوچو بچیو! جس تنے نے حضور ﷺ کے قریب رہ کر آپ کا ذکر سنا تھا، وہ آپ سے دوری برداشت نہ کر سکا۔ ہانیہ نے آہستہ سے کہا: خالہ جان! پھر حضور ﷺ نے کیا فرمایا؟

شفیق نبی ﷺ کا دستِ کرم خالہ جان کی آواز میں محبت اتر آئی اور بولیں: حضور نبی کریم ﷺ نے جب اس تنے کی آواز سنی تو منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس تنے کے پاس جا کر اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا۔

پھر کیا ہوا؟ عافیہ نے بے تابی سے پوچھا۔ پھر وہ تنا خاموش ہو گیا! خالہ جان نے کہا: جیسے کوئی بچہ روتے روتے اپنی ماں کی گود میں آ کر سکون پاتا ہے، اسی طرح حضور ﷺ کی شفقت بھری توجہ ملنے پر اس تنے کی آواز تھم گئی۔

عافیہ بولی: خالہ جان! ہمارے نبی ﷺ کتنے مہربان تھے کہ ایک لکڑی کے لیے بھی منبر سے نیچے آ گئے۔ جی ہاں بیٹا! خالہ جان بولیں: ہمیں بھی اپنے اخلاق ایسے ہی نرم رکھنے چاہئیں اور ہر جاندار، یہاں تک کہ پودوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

ہانیہ نے حیرت سے کہا: سبحان اللہ! ایک لکڑی کے تنے کو بھی حضور ﷺ کی قربت اتنی عزیز تھی! خالہ جان نے فرمایا: ہاں بیٹی! یہی تو اس واقعے کی انوکھی بات ہے۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب ﷺ کی نبوت کی نشانی کے طور پر یہ عجیب معجزہ ظاہر فرمایا۔

دنیا یا جنت؟ خالہ جان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس تنے کو اختیار دیا کہ اگر چاہے تو اسے دوبارہ اس کی پہلی حالت میں کر دیا جائے، وہ سرسبز ہو اور پھل دے، اگر چاہے تو اسے جنت میں لگا دیا جائے جہاں اللہ پاک کے نیک بندے اس کا پھل کھائیں۔ تو اس تنے نے آخرت کو اختیار کیا۔

عافیہ نے خوشی سے کہا: وہ تنا تو بہت سمجھ دار تھا کہ اس نے دنیا کے بجائے جنت کو پسند کیا! جی! بالکل! خالہ جان نے مسکرا کر کہا، ہمیں بھی چاہیے کہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے حضور سے عشق کریں تاکہ ہمیں بھی جنت مل سکے۔ یوں یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزات میں یادگار بن گیا۔

ہانیہ کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر بولی: خالہ جان! اگر ایک لکڑی کا تنا حضور ﷺ کی جدائی پر رو سکتا ہے تو ہمیں تو اپنے پیارے نبی ﷺ سے اس سے بھی بڑھ کر محبت کرنی چاہیے!

خالہ جان نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا: بالکل! حضور ﷺ سے سچی محبت صرف زبان سے دعویٰ کرنے کا نام نہیں، بلکہ آپ کی اطاعت، سنتوں سے محبت اور آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا نام بھی ہے۔

خالہ جان نے بات ختم کرتے ہوئے بتایا: بچیو! ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ وہ جب بھی یہ واقعہ سناتے تو زار و قطار روتے اور فرماتے: اے لوگو! جب کھجور کا ایک بے جان تنا فراقِ رسول میں رو سکتا ہے، تو کیا تم نہیں رو سکتے؟ تمہارا دل تو اس سے زیادہ تڑپنا چاہیے۔[1]

عافیہ اور ہانیہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرا دیں۔ باہر بارش کے بعد کی ٹھنڈی ہوا اب بھی چل رہی تھی، مگر ان دونوں کے دلوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کی ایک نئی خوشبو بس ہوئی تھی۔

نتیجہ: محبت ہی اصل زندگی ہے اس کہانی کا نتیجہ یہ ہے کہ دل وہی زندہ ہے جس میں اللہ پاک کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت ہو۔ وہ لکڑی آپ کا قرب پانے سے جنت کی مستحق بن گئی۔ اگر ہم بھی اپنی زندگی سنتوں کے مطابق گزاریں گی تو ہمیں بھی حضور کا قرب نصیب ہو گا۔

---

[1] وفاء الوفاء، 1/388 تا 390



بچوں کے ساتھ غلط بیانی مت کیجئے!

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ (ملیر کراچی)

حضرت عبدُ اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے کہ میری والدہ نے مجھے پکارا: جلدی سے آؤ! میں تمہیں کچھ دوں گی۔ حضور ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا: تم اس بچے کو کیا چیز دینا چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا: میں اسے ایک کھجور دینا چاہتی ہوں۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یاد رکھنا! اگر اس کہنے کے بعد تم بچے کو کوئی چیز نہ دیتی تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔[1]

معلوم ہوا کہ بچوں سے بھی غلط بیانی کرنا جائز نہیں کہ یہ بھی جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے۔ لیکن فی زمانہ ہمارے معاشرے میں اس بات کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا، نہ صرف والدین بلکہ رشتے دار اور دیگر لوگ بھی بلا جھجک بچوں سے جھوٹ بولتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کام کا گناہ ہونے کے سبب اُخروی نقصان اپنی جگہ لیکن اس سے بچے کے ننھے جذبات کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور اس کی غلط تربیت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ بچے کو کھانے یا پڑھائی کی طرف راغب کرنے کے لئے جھوٹا لالچ دینا اور سلانے کے لئے جھوٹ موٹ ڈرانا والدین میں بہت عام ہے مگر والدین شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ بچے کو صرف کھلانا، پلانا، سلانا اور پڑھانا ہی ان کی ذمہ داری نہیں بلکہ اس کی اچھی تربیت کرنا اور اس کو جذباتی طور پر ایک سلجھا ہوا انسان بنانا بھی ضروری ہے۔ اس طرح کے بولے جانے والے جھوٹ سے بعض بچوں میں سخت خوف پیدا ہو جاتا ہے، جو ساری زندگی انہیں پریشان رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ بہت سے لوگ بھی ایسے ہوتے ہیں جو بچوں کے جذبات سے کھیلنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے اور والدین بھی ایسے مواقع پر یا تو مُروّت میں کچھ نہیں بولتے یا پھر وہ یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ یہ چیز بچے کو تکلیف دے رہی ہے۔ کچھ لوگ بچوں کو غصہ دلا کر، چڑا کر اور تنگ کر کے انجوائے کرتے ہیں، تو کچھ لوگ جھوٹے لالچ یا خوف دلا کر بچے کے بے وقوف بننے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یاد رکھئے! بعض بچے بہت حساس ہوتے ہیں اور اس طرح کی صورتحال میں بڑے اگرچہ اس مذاق کو مذاق ہی سمجھ کر مزے لے رہے ہوتے ہیں لیکن بچے کے لئے وہ ہرگز مذاق نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسی باتوں کو واقعی حقیقت سمجھ لیتا ہے اور اس کے ذہن پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

بچوں کو جذباتی لحاظ سے مضبوط بنانے کے لئے ان سے جھوٹ بولنا بند کر دیجئے اور دوسروں کو بھی نہ بولنے دیجئے، ان کی عمر اور نفسیات کے مطابق ان کو زندگی کے حقائق سے آگاہ کیجئے، ان کی جذباتی صحت کا خیال رکھیے اور بلاوجہ کے ذہنی دباؤ کا شکار نہ ہونے دیجئے۔ بعض والدین بچوں کو بلاوجہ کے احساسِ جرم میں مبتلا رکھتے ہیں تو بعض احساسِ کمتری میں؛ بعض بچوں میں خود پسندی اور احساسِ برتری پیدا کر دیتے ہیں تو بعض خوش فہمیوں کی دنیا میں رکھتے ہیں۔ یاد رکھئے! اس طرح بچے کو آگے زندگی گزارنے میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں، اس لئے بچوں کو حقیقت پسند بنائیے، خصوصاً بیٹیوں کو خوابوں کی دنیا میں رہنے کے بجائے حقیقت کا سامنا کرنا سکھائیے، انہیں بتائیے کہ زندگی کوئی پریوں کی کہانی نہیں ہوتی، اس لئے بے جا امیدیں رکھ کر آخر میں مایوسی کا شکار ہونے سے بہتر ہے کہ شروع ہی سے سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے زندگی گزاری جائے۔ ٹیچرز کو بھی اسٹوڈنٹس کی تربیت میں ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اللہ پاک ہمیں جھوٹ سے بچائے اور بچوں کی اچھی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

[1] ابوداود، 4/387، حدیث: 4991



شرح قصیدۂ نور (قسط2)

محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

5

عرش بھی فِردوس بھی اس شاہِ والا نور کا
یہ مُثمّن بُرج وہ مشکوٰئے اَعلیٰ نور کا

مشکل الفاظ کے معانی **فردوس:** جنت کا اعلیٰ درجہ۔ **شاہِ والا:** بلند مرتبہ بادشاہ (مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم)۔ **مُثمّن:** 8 کونوں والی شکل (یہاں مراد جنت کا مخصوص محل یا برج ہے)۔ **بُرج:** گنبد، آسمانی دائرہ کا بارہواں حصہ۔ **مشکوئے اعلیٰ:** شاہی محل کا بالاخانہ۔

مفہومِ شعر عرشِ بریں اور فردوسِ اعلیٰ دونوں حضور سرورِ عالم ﷺ کے لیے ہیں؛ عرش گویا آپ کا آٹھ کونوں والا نورانی محل اور فردوس اس محل کا بلند و بالا بالاخانہ ہے۔

شرح اس شعر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نہایت نرالے انداز میں حضور ﷺ کی شان و عظمت بیان فرماتے ہیں کہ عرش اور فردوس بھی اس شاہِ والا نور کے مقابلے میں ایک مُثمّن بُرج اور اعلیٰ مشکوٰۃ کی طرح ہیں۔

اللہ پاک کی طرف سے حضور ﷺ کو عطا کردہ خصوصی اختیارات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے دنیا و آخرت کی زمینوں کا حضور ﷺ کو مالک فرمایا۔ امامِ اہلِ سنّت فرماتے ہیں: اللہ پاک نے دنیا اور آخرت کی تمام زمینوں کا حضور کو مالک کر دیا ہے، حضور جنت کی زمین میں سے جتنی چاہیں جسے چاہیں جاگیر بخشیں۔ (جب جنت کی زمین کا یہ معاملہ ہے) تو دنیا کی زمین کا کیا ذکر۔[1] اسی مفہوم کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے بھی سمجھا جا سکتا ہے:

عرش است کمیں پایہ ز ایوانِ محمد

یعنی عرش حضور کے شاہی محل کا صرف ایک پایہ ہے۔

6

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہِ سُنّت مہرِ طلعت لے لے بدلا نور کا

مشکل الفاظ کے معانی **بدعت:** دین میں خرابی پیدا کرنے والی نئی چیز۔ **بدلا:** تبدیل ہوا۔ **ماہِ سنت۔** سنتِ ابراہیمی کے چاند۔ **مہرِ طلعت:** طلوع ہونے والا سورج۔ **بدلا:** انتقام۔

مفہومِ شعر یارسول اللہ! دین میں خرابی اور کفر و ظلمت چھا گئی، نورِ توحید و رسالت کا رنگ مدھم پڑنے لگا۔ اے ماہِ سنت اور مہرِ طلعت! تشریف لا کر اس ظلمت کو دور فرمائیے اور نورِ دین کو پھر سے جلوہ گر فرمائیے۔

شرح اس شعر سے آمدِ مصطفےٰ سے قبل اقوامِ عالم کی اخلاقی و مذہبی گراوٹ اور بعد کے زمانے میں امتِ مسلمہ کی زبوں حالی، دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

پہلے مفہوم کے مطابق معنی یہ ہو گا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب میں کفر و شرک، بت پرستی اور جاہلی رسوم عام تھیں۔ خانۂ کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے، ملتِ ابراہیمی کے اصل پیغام میں تبدیلیاں آچکی تھیں، قبائلی دشمنی، جنگ و جدل، قتل و غارت، شراب نوشی اور جوا عام تھا اور انسانی جان و عزت کی قدر کم ہو گئی تھی۔ اعلیٰ حضرت اسی تاریکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اے ماہِ سنت اور آفتابِ ہدایت! باطل عقائد و رسوم کی تاریکی چھا گئی اور دینِ ابراہیمی کی اصل نورانیت مدھم پڑ گئی، لہٰذا اپنی تشریف آوری سے اس ظلمت کو دور فرما کر نورِ ہدایت کو دوبارہ جلوہ گر فرما دیجیے۔

الحمد للہ! حضور ﷺ کی بعثتِ مبارکہ سے عرب میں عظیم

انقلاب ظاہر ہوا۔ توحید کا نور عام ہوا، جاہلیت کی بہت سی رسوم کا خاتمہ ہوا، ظلم و ناانصافی کی جگہ عدل و انصاف کو فروغ ملا اور عورتوں سمیت معاشرے کے کمزور طبقات کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم دی گئی۔

دوسرے مفہوم کے مطابق اعلیٰ حضرت اپنے زمانے میں پھیلنے والے فتنوں، بدعقیدگی اور بے دینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! باطل نظریات و بدعات کی تاریکی بڑھتی جارہی ہے اور دینِ اسلام کی نورانیت مدھم پڑتی محسوس ہوتی ہے۔ اسلامی شعائر کی بے حرمتی اور دینی اقدار سے دوری عام ہورہی ہے۔ لہٰذا اے نورِ ہدایت کے پیکر! اپنی تعلیمات اور سنت کی روشنی سے ان تاریکیوں کو دور کرنے کا سامان فرمادیجیے اور نورِ حق کو پھر سے نمایاں فرمادیجیے۔

7

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

مشکل الفاظ کے معانی **ماتھا:** پیشانی۔ **بخت:** نصیب۔

مفہومِ شعر اے جانِ عالم! نور کا سہرا آپ ہی کے ماتھے پر سجا، آپ ہی کی بدولت نور کا بخت جاگا اور آپ ہی کے صدقے نور کا ستارا چمک اٹھا۔

شرح اللہ پاک نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جہاں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، وہیں نورانیت سے بھی نوازا۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور کی نور ہے اور لباس بشری ہے۔[2]

نورِ محمدی کی یہ مقدس امانت حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک میں بھی جلوہ گر تھی۔ منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ نے اپنے والدِ محترم حضرت عبد المطلب کو اس نور کی عجیب و غریب کیفیات بیان فرمائیں تو انہوں نے اسے اُس نورِ مصطفےٰ کی علامت قرار دیا جس کے ظہور کا انہیں انتظار تھا اور حضرت عبد اللہ کو اس عظیم سعادت کی مبارک باد دی۔[3]

گویا اعلیٰ حضرت نے "تیرے ہی ماتھے رہا اے جان! سہرا نور کا" کہہ کر حضرت عبد اللہ کی پیشانیِ مبارک میں جلوہ گر اُس نورانی امانت کی طرف اشارہ کیا ہے، جبکہ "بخت جاگا، نور کا چمکا ستارا نور کا" میں اس سعادت کی طرف اشارہ ہے کہ یہی نورانی امانت بالآخر آمنہ کے لعل، رحمتِ عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جلوہ گر ہوئی اور دنیا کو نورِ ہدایت سے منور فرما گئی۔

8

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دُونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

مشکل الفاظ کے معانی **گدا:** بھکاری۔ **دن دونا:** ہر روز دوگنا۔

مفہومِ شعر یارسول اللہ! میں گدا ہوں، حضور بادشاہ ہیں؛ میرے پیالے کو بھی نور کی خیرات سے بھر دیجیے اور اپنے نور کا صدقہ عطا فرمادیجیے۔

شرح اعلیٰ حضرت بارگاہِ رسالت مآب میں انتہائی عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں ایک محتاج و بے نوا گدا ہوں اور حضور سراپا جود و عطا ہیں، لہٰذا میرے کاسۂ طلب کو نور کی خیرات سے بھر دیجیے اور اپنے کرم کے چھینٹوں سے نواز دیجیے۔ گدا عموماً اپنے محسن کو دعائیں دے کر بھیک مانگتا ہے، اسی انداز میں اعلیٰ حضرت عرض کرتے ہیں کہ آقا! آپ کی نورانیت میں دن دُگنی رات چوگنی ترقی ہو اور اس گدا کو بھی اپنے نور کی خیرات عطا فرمادیجیے۔

یوں اعلیٰ حضرت "نور کا پیالہ" مانگ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنے دامنِ طلب کو پھیلاتے ہیں کہ اے شاہِ نور و ضیا! میرے کاسۂ دل کو بھی اپنے نور کی خیرات سے بھر دیجیے، اپنی نگاہِ کرم سے نواز دیجیے اور اس گدا کو بھی اس نور کا وہ حصہ عطا فرمادیجیے جس سے اس کی دنیا و آخرت سنور جائے۔

---

1 فتاویٰ رضویہ، 14/667 2 رسالہ نور، ص37 3 تاریخ خمیس، 1/182



(نیک عمل نمبر46)

63 نیک اعمال

بے شک زبان اللہ پاک کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ حجم میں چھوٹی ہونے کے باوجود اس کے ذریعے انسان بڑے بڑے نیک اعمال بھی انجام دے سکتا ہے اور سنگین گناہوں میں مبتلا بھی ہو سکتا ہے۔ ایمان و کفر کا اظہار بھی زبان ہی سے ہوتا ہے، اسی لیے زبان کی حفاظت نہایت اہم ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کی خصوصی تاکید فرمائی گئی ہے۔

زبان کی آفات بہت زیادہ ہیں، جن میں بے فائدہ گفتگو، فضول کلام، باطل باتوں میں مشغول ہونا، فحش کلامی، گالی گلوچ، بدکلامی، لعنت بھیجنا اور جھوٹے وعدے کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ان آفات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان بولنے سے پہلے سوچے اور اپنی زبان کو صرف مفید، جائز اور نیکی کی باتوں میں استعمال کرنے کی کوشش کرے۔

خاموشی حکمت ہے ایک مرتبہ حضرت لقمان حکیم رحمۃُ اللہِ علیہ حضرت داود علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ زِرہ بنا رہے تھے۔ حضرت لقمان حکیم رحمۃُ اللہِ علیہ اسے دیکھ کر حیران ہوئے اور پوچھنا چاہا کہ یہ کیا ہے، مگر حکمت کے سبب خاموش رہے۔ جب حضرت داود علیہ السّلام زرہ بنانے سے فارغ ہوئے تو اسے پہن کر فرمایا: جنگ کے لیے زرہ کیا ہی اچھی چیز ہے! یہ سن کر حضرت لقمان حکیم رحمۃُ اللہِ علیہ نے فرمایا: خاموشی حکمت ہے، مگر اسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔[1]

زبان کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے اُمّتِ مسلمہ کو زبان کی آفات سے بچانے کے لیے **سوال نمبر46** عطا فرمایا ہے کہ کیا آج آپ نے زبان کو فضول استعمال (یعنی وہ گفتگو جس سے دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو) سے بچانے کی عادت بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ اشارے سے گفتگو کی؟ (زہے نصیب! روزانہ کم از کم چار بار لکھ کر اور کم از کم تین بار اشارے سے گفتگو کرنے کی سعادت حاصل ہو۔)

زبان کی آفات بہت زیادہ ہیں اور ان میں ایک اہم آفت **فضول کلام** بھی ہے۔ علامہ احمد صاوی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: لغو سے مراد ہر وہ بات یا کام ہے جس میں مسلمان کے لیے دینی یا دنیوی کوئی فائدہ نہ ہو، جیسے مذاق، کھیل کود، فضول کاموں میں وقت ضائع کرنا وغیرہ۔ مسلمان کو چاہیے کہ اپنی زندگی نیک اعمال اور جائز ضروریات میں مصروف رکھے۔[2]

احادیثِ مبارکہ میں بھی زبان کی حفاظت اور بے فائدہ امور سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہُ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے نجات کے بارے میں پوچھا تو حضور نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان پر قابو رکھو اور تمہارا گھر تمہارے لیے گنجائش رکھے (یعنی بے کار ادھر ادھر نہ جاؤ) اور اپنی خطا پر آنسو بہاؤ۔[3]

زبان کی حفاظت کے فوائد زبان کو فضولیات اور لغویات سے بچانا بہت ضروری ہے، کیونکہ انسان اکثر زبان ہی کے ذریعے غیبت، چغلی اور دیگر گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ جو زبان کو بے لگام چھوڑ دیتا ہے، وہ اپنے نیک اعمال کو بھی خطرے میں

ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسن بصری رحمۃُ اللہِ علیہ سے کسی نے عرض کی: فلاں نے آپ کی غیبت کی ہے۔ آپ نے غیبت کرنے والے کے لیے کھجوروں کا تھال بھیجا اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنی نیکیاں مجھے ہدیہ کی ہیں، اس لیے میں نے اس کا معاوضہ دینا بہتر جانا۔[4]

زبان کی حفاظت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان دنیاوی آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: زبان سے ایسی بات نہ نکالو جس کے سبب تمہارے دانت توڑ دیئے جائیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: اپنی زبان کو بے لگام نہ چھوڑو تاکہ یہ تمہیں کسی فساد میں مبتلا نہ کردے۔[5]

بزرگانِ دین کا انداز حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ فضول گفتگو کو ناپسند کرتے تھے۔ وہ کتابُ اللہ، سنتِ رسول، نیکی کی دعوت، برائی سے منع کرنے اور دنیاوی ضرورت کی گفتگو کے علاوہ ہر بات کو فضول شمار کرتے تھے۔[6]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ایک جن کے بارے میں لوگوں سے اس کی گفتگو کا حال معلوم کروایا۔ اس نے لوگوں کے سروں کی طرف دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔ جب وجہ پوچھی گئی تو بتایا کہ مجھے ان فرشتوں پر تعجب ہوا جو اس قدر جلدی جلدی لکھ رہے ہیں اور ان لوگوں پر بھی تعجب ہے جو اتنی تیزی سے انہیں لکھوا رہے ہیں![7]

اسی لیے فضول گفتگو سے بچنا بے حد ضروری ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین زبان کی حفاظت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ احیاء علوم الدین میں ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہُ عنہ اپنے منہ میں پتھر رکھ لیا کرتے تھے تاکہ غیر ضروری گفتگو سے بچیں۔[8]

حضرت اَرطاۃ بن منذر رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص لمبے عرصے تک خاموشی کی مشق کے لیے منہ میں پتھر رکھتا تھا۔[9]

لکھ کر گفتگو اور جائزہ فضول گفتگو سے بچنے کے لیے امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ نے **نیک عمل نمبر 46** میں روزانہ کم از کم چار مرتبہ لکھ کر اور کم از کم تین مرتبہ اشارے سے گفتگو کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس طرح ضرورت کی بات بھی کم الفاظ میں کی جاسکتی ہے اور زبان کو فضول گوئی سے بچانے کی عادت بھی بنتی ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین بھی اپنی گفتگو کا جائزہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ تابعی بزرگ حضرت ربیع بن خثیم رحمۃُ اللہِ علیہ بیس سال تک دنیاوی بات زبان سے نہیں کرتے تھے۔ صبح دوات، کاغذ اور قلم رکھتے اور دن بھر جو گفتگو کرتے اسے لکھ لیتے، پھر شام کو اس کا جائزہ فرماتے۔[10]

قفلِ مدینہ امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ فرماتے ہیں: غیبت کے خلاف جنگ میں زبان پر قفلِ مدینہ کا نفاذ نفس کے خلاف بہترین ہتھیار ہے۔

دینی ماحول میں زبان کو اللہ پاک کی ناراضی والے کاموں اور فضول گوئی سے بچانے کے لیے ضروری بات بھی کم الفاظ میں، لکھ کر یا اشارے سے کرنا **زبان کا قفلِ مدینہ** کہلاتا ہے۔

دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں ہر اسلامی ماہ کی پہلی پیر کو، یعنی اتوار مغرب سے پیر مغرب تک، **یومِ قفلِ مدینہ** منانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس موقع پر مکتبۃ المدینہ کا رسالہ **خاموش شہزادہ** ایک بار پڑھنے یا سننے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔ قفلِ مدینہ کی تحریک کا مقصد اپنے نامۂ اعمال کو فضول گوئی سے محفوظ رکھنا ہے۔ اللہ پاک ہمیں زبان کی حفاظت، فضول گفتگو سے بچنے اور اپنے بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

کچھ ایسی توجہ ہو عطا پیر کی یا رب
کم بولوں نگاہوں کو میری جو کہ جھکا دے

---

1. احیاء علوم الدین، 3/141
2. حاشیہ صاوی، 4/1356-1357
3. ترمذی، 4/182، حدیث: 2414
4. منہاج العابدین، ص65
5. منہاج العابدین، ص66
6. احیاء علوم الدین، 3/141
7. احیاء علوم الدین، 3/142
8. احیاء علوم الدین، 3/137
9. موسوعۃ لابن ابی الدنیا، 7/256، رقم: 438
10. احیاء علوم الدین، 3/137



شرحِ شجرہ

قادریہ، رضویہ ضیائیہ، عطاریہ (قسط 13)

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ کراچی

13

خانۂ دِل کو ضِیا دے رُوئے اِیماں کو جَمال
شہ ضِیا مولیٰ جَمالُ الْاَولیا کے واسطے

مشکل الفاظ کے معنی: ضیاء: روشنی، نور۔ **روئے ایماں:** ایمان کا چہرہ۔ **جمال:** حسن، خوبصورتی۔

مفہومِ شعر: اے اللہ! حضرت قاضی ضیاءُ الدین رحمۃُ اللہِ علیہ کے وسیلے سے میرے دل کو نور عطا فرما اور شیخ جمالُ الاولیاء رحمۃُ اللہِ علیہ کے صدقے میرے ایمان کو جمال بخش دے۔

شرح: شعر کے پہلے مصرعے میں "ضیا" اور "جمال" بالترتیب حضرت قاضی ضیاءُ الدین اور حضرت جمالُ الاولیاء رحمۃُ اللہِ علیہما کی مناسبت سے لائے گئے ہیں جو سلسلۂ عالیہ قادریہ کے 28ویں اور 29ویں شیخِ طریقت ہیں، ان بزرگوں کے مختصر احوال پیشِ خدمت ہیں:

حضرت شیخ قاضی ضیاء الدین آپ کا نام قاضی ضیاء الدین اور لقب شیخ جیا تھا۔ آپ کی ولادت 925ھ میں ضلع لکھنو، ہند میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد گجرات تشریف لے گئے اور حضرت مولانا وجیہ الدین علوی گجراتی رحمۃُ اللہِ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علومِ دینیہ حاصل کیے۔ دورانِ تعلیم استادِ محترم نے اپنی صاحبزادی سے آپ کا نکاح کر دیا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی صاحبزادی شدید مرض میں مبتلا تھیں اور طبیب علاج سے عاجز آ چکے تھے۔ حضرت قاضی ضیاء الدین رحمۃُ اللہِ علیہ نے ان کے لیے دعا فرمائی تو وہ صحت یاب ہو گئیں، جس پر استادِ محترم نے خوش ہو کر اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔[1]

آپ حضرت شیخ نظام الدین بھکاری رحمۃُ اللہِ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت بھی حاصل کی۔ ایک مرتبہ احمد آباد، گجرات کے جنگل میں راستہ بھٹک گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے راہ نمائی فرمائی اور 40 دن تک اپنی خدمت میں رکھ کر علومِ ظاہری و باطنی سے نوازا۔[2] روضۂ رسول پر حاضر ہوئے تو خواب میں مکینِ گنبدِ خضرا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کرم فرمایا بڑی نوازشات سے نوازا۔[3] آپ کا وصال 22 رجب 989ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک قصبہ نیوتنی انڈیا میں ہے۔

حضرت شیخ جمال الاولیاء آپ کا نام سید شاہ جمال اور لقب شیخ الاولیاء ہے۔ آپ کی ولادت 973ھ میں کوڑا جہان آباد، ضلع فتح پور، ہند میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت مخدوم جہانیاں ثانی رحمۃُ اللہِ علیہ جلیل القدر بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم والدِ ماجد سے حاصل کی اور انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں والدِ ماجد نے آپ کو حضرت قاضی ضیاء الدین رحمۃُ اللہِ علیہ کی خدمت میں بھیجا، جہاں آپ نے پانچ سال مزید تعلیم و تربیت حاصل کی اور حضرت قاضی صاحب سے بھی سلسلۂ عالیہ قادریہ میں خلافت پائی۔ آپ مادرزاد ولی اور اعلیٰ نسبت والے تھے، آپ نے بلاواسطہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، شاہ بدیع الدین قطب مدار اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃُ اللہِ علیہم کی ارواحِ مبارکہ سے فیضِ اویسیہ حاصل کیا۔[4] آپ اپنے وقت کے جید عالمِ دین اور عارف باللہ صوفی تھے۔ آپ درس و تدریس میں مصروف رہتے، آپ کی بارگاہ سے کثیر علما و مشائخ نے فیض حاصل کیا۔ آپ کی وفات شبِ عید الفطر 1040ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ کوڑا جہان آباد ہند میں ہے۔

اللہ پاک ان دونوں بزرگ ہستیوں کے صدقے ہمارے تاریک دلوں کو روشن فرمائے اور ہمارے چہرے کو ایمان کے حسن و جمال سے آراستہ فرمائے۔ آمین

---

1. تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص303
2. تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص303، 304
3. تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص304
4. تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص310



مَدَنی مذاکرہ

کسی پر جادو کرنا کیسا؟

سوال: آج کل لوگ ذرا سی بیماری یا پریشانی پر کہتے ہیں کہ جادو ہو گیا ہے تو کسی پر جادو کرنا کیسا اور ایسا نہ کیا جائے اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: آج کل بات بات پر کہا جاتا ہے کہ اثرات ہو گئے ہیں یا کسی نے جادو کر دیا ہے، بے شک اثرات بھی ہوتے ہیں کہ جن کا اثر بھی ہو جاتا ہے اور جادو بھی ہو سکتا ہے لیکن جب تک ہمارے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو جادو یا اثرات کا وہم پالنا صحیح نہیں ہے۔ جو کسی مسلمان پر اسے تکلیف دینے کے لیے جادو کرتے ہیں گناہ گار ہیں اور انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے اور نہ جادو کروانے کے لیے جادوگروں کے پاس جانا چاہیے۔ بعض اوقات شوہر کو قابو کرنے کے لیے بیوی بھی ایسا کرتی ہے تو اسے بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رکھیے! ہر گھر میں ایسا نہیں ہوتا کہ جادو کروانے کے سلسلے ہوں بلکہ لاکھوں میں کوئی ایسا کرتا ہو گا ورنہ عام طور پر لوگوں کو یہ پتا بھی نہیں ہوتا کہ جادو کیسے ہوتا ہے اور کہاں سے ہوتا ہے؟[1]

ایک دوسرے پر جادو کا الزام لگانا کیسا؟

سوال: آج کل خاندانوں میں ایک دوسرے پر جادو کروانے کا الزام لگانا بڑھتا جا رہا ہے۔ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: ایسا عموماً بڑوں کی تربیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ پھوپھی جادو کرواتی ہے تو کبھی کہتے ہیں کہ پڑوسن جادو کرواتی ہے۔ پڑوسن کا نام جادو گرنی، پھوپھی کا نام چڑیل اور اسی طرح خالہ کا کچھ اور نام رکھ لیتے ہیں، حالانکہ اس بے چاری کو تو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ جادو کس طرح ہوتا ہے؟ بلکہ کبھی جادوگر دیکھا بھی نہیں ہوتا کہ "اس کے سینگ کتنے لمبے ہوتے ہیں؟ دم کتنی لمبی ہوتی ہے!" بہر حال جادو کی داستانیں عام ہوتی جا رہی ہیں۔ بچّہ تھوڑا بیمار ہوا اور دوا نے اثر نہ کیا تو بولیں گے: دوا کیسے اثر کرے گی؟ اس پر تو جادو ہو گیا ہے! اسی طرح کسی باباجی کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی بول دینا ہے کہ کالا جادو ہے، حالانکہ جادو کالا ہی ہوتا ہے، لال پیلا نہیں ہوتا، یوں گھر کے گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے شبہات میں نہیں پڑنا چاہئے کہ خوامخواہ کسی پر شک کر بیٹھیں۔ کونسا آپ میں سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ کوئی آپ پر جادو کروائے گا، کیونکہ جادو بھی مفت میں نہیں ہوتا، سب پیسے کھینچنے کے لئے بیٹھے ہوتے ہیں۔ پھر آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا، تو جب آپ نے کچھ نہیں بگاڑا تو کوئی جادو کیوں کروائے گا! اللہ پاک ہمارے حال پر رحم فرمائے اور توہّمات و بدگمانیوں سے ہماری حفاظت کرے۔ یہ ذہن بنالیں کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

مدّعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے! وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

جادو کا انکار کرنے کا حکم

سوال: جادو کا انکار کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: جادو کا انکار کرنا (یعنی جادو کی حقیقت کو تسلیم ہی نہ کرنا) کفر ہے،[2] کیونکہ اس کا وجود قرآن سے ثابت ہے۔[3] اسی طرح "جنّ" کے وجود کا انکار بھی کفر ہے،[4] کیونکہ قرآنِ کریم میں پوری ایک سورت ہے جس کا نام "سورۂ جنّ" ہے۔ یوں ہی

شیطان کے وجود کا انکار بھی کفر ہے،[5] کیونکہ اس کا وجود بھی قرآن سے ثابت ہے۔ بہر حال یہ کہنا کہ "اِس پر جادو نہیں ہے یا اُس پر جادو نہیں ہے" یہ کہنا کفر نہیں ہے، کیونکہ وہ اصل جادو کو تو مان رہا ہے، لیکن کسی خاص شخص پر ہونے کا انکار کر رہا ہے۔

چھپکلیاں اور جادو

سوال: سنا ہے کہ First Floor (پہلی منزل) پر چلنے والی چھپکلیوں پر جادو ہو رہا ہوتا ہے؟

جواب: یہ عوامی باتیں ہیں۔ بغیر چھپکلیوں (Lizards) کے بھی جادو ہو رہا ہوتا ہے۔ اس لئے ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔ گھر میں چھپکلیاں ہونے کی ایک وجہ صفائی کا خیال نہ رکھنا بھی ہوتا ہے۔

جادو سے بچنے کا وظیفہ

سوال: جادو ٹونا یا عملیات سے بچنے کے لئے کوئی وظیفہ بتا دیجئے۔

جواب: اوّل تو اس طرح کا وہم پالنے یا بدگمانی کرنے سے بچنا چاہئے کہ "فلاں مجھ پر تعویذ کرتا ہے۔" اللہ پاک کی رحمت پر نظر ہونی چاہئے۔ جادو سے بچنے کے لئے ایک وظیفہ یہ ہے: "یا مُحیِی یا مُمِیت" روزانہ سات 7 بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں، ان شاء اللہ جادو اثر نہیں کرے گا[6]۔[7]

فاسق و فاجر عاملوں کے پاس علاج کے لیے جانا کیسا؟

سوال: کیا فاسق و فاجر عاملوں کے پاس علاج کے لیے جانا چاہیے؟

جواب: فاسق ڈاکٹروں کے پاس بھی تو لوگ علاج کے لیے جاتے ہیں لہٰذا اگر فاسق عامل پاک عملیات کرتے ہوں تو ان کے پاس بھی علاج کے لیے جانا منع نہیں ہے، البتہ! اگر جادو کرتے ہوں تو پھر ناجائز ہے۔ آج کل تقریباً عاملوں کی چھوٹی سی داڑھی ہوتی ہے، ایسوں کی صحبت ایمان کے لیے یا کم از کم کردار کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ عاملوں کی ایک تعداد ہے جو زمین آسمان کے قلابے ملا رہی ہوتی ہے اور لوگوں کو اپنے کارنامے سنا رہی ہوتی ہے کہ فلاں کو جنات کا سارا قبیلہ چپکا ہوا تھا تو میں نے سب کو بوتل میں بند کر کے فلاں قبرستان میں گاڑ دیا اور اس کے لیے مجھے خود جانا بھی نہیں پڑا بلکہ میں نے اپنے مؤکل کو آرڈر کیا تو وہ قبرستان میں گاڑ کر آ گیا تو اب وہ جنات نہیں آئیں گے۔ بعض عملیات کرنے والوں کی داڑھی پوری بھی ہوتی ہے مگر وہ بے چارے طرح طرح کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں جنہیں سن کر لوگوں کو مزہ آ رہا ہوتا ہے اور ان کی عقیدت میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے تو یوں وہ انہیں اپنی گرفت میں لے رہے ہوتے ہیں۔ بعض عامل مفت علاج کر رہے ہوتے ہیں تو ایسوں کے بارے میں لوگوں کی یہ رائے ہوتی ہے کہ یہ تو بہت اچھا آدمی ہے، پیسے نہیں لیتا اور پہنچا ہوا بھی ہے حالانکہ جو پیسے نہیں لیتا اسے زیادہ پیسے ملتے ہیں اور جو پیسے لیتا ہے وہ بدنام ہوتا ہے اور اسے نپے تلے پیسے ملتے ہیں۔ بہر حال جو عامل اللہ پاک اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا کے لیے تعویذ دیتا ہو اس سے تعویذ لینا منع نہیں ہے جیسا کہ دعوتِ اسلامی کی مجلس تعویذات ہے کہ الحمدللہ یہ دنیا کے کئی ممالک میں فی سبیل اللہ تعویذات دیتی ہے تو اس مجلس کے اسلامی بھائیوں سے تعویذات لیا کریں۔ ایسے بابا جی لوگ جو خلافِ شرع حرکتیں کرتے ہوں ان کے پاس علاج کے لیے نہ جانے میں ہی عافیت ہے۔ اگر ان کے علاج کرنے سے آپ کو فائدہ ہو گیا تو آپ ان سے متأثر ہو جائیں گے اور یہ متأثر ہونا بھی آپ کو مصیبت میں ڈال سکتا ہے کیونکہ بعض اوقات یہ ایسی ایسی باتیں بک رہے ہوتے ہیں کہ جن پر ان کی شرعی گرفت بن رہی ہوتی ہے تو ان کی وہ باتیں آپ کے ذہن میں بیٹھ سکتی ہیں جو آپ کے ایمان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔[8]

---

1. ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3/66
2. تفسیر قرطبی، 1/36، جز: 2
3. پ1، البقرۃ: 102
4. بہارِ شریعت، 1/97، حصہ: 1
5. فتاویٰ رضویہ، 14/126
6. 40 روحانی علاج مع طبّی علاج، ص8
7. ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3/263 تا 265
8. ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3/55، 56



بیٹیوں کی تربیت

بیٹیوں کو گھرداری سکھائیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*
*نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

گھر کا نظام چلانے کے لیے وسائل کی فراہمی مرد کی ذمہ داری ہے تو ان وسائل کے ذریعے گھر کے معاملات کو منظم انداز میں ترتیب دینا عورت پر منحصر ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ابھی سے اپنی بیٹیوں کی اسی طرز پر تربیت کریں کہ وہ آئندہ جس گھر کی بھی رونق بنیں تو اپنی اخلاقی اور شرعی ذمہ داری کو خوش اسلوبی اور خود اعتمادی کے ساتھ انجام دے سکیں۔

اور اس ذمہ داری کو بخوبی نبھانے میں جو چیز بہت اہمیت کی حامل ہے وہ ہے **"روزمرہ امور کی منظم طور پر انجام دہی۔"**

جو عورت اپنے روزمرہ کاموں کو جتنا منظم انداز سے چلانا جانتی ہو گی اس کا گھر اتنا ہی نکھرا ہوا، سنورا ہوا اور پُرسکون ہو گا۔

لہٰذا ایک ماں کو چاہیے کہ وہ بیٹا اور بیٹی دونوں کو بچپن ہی سے گھر کے چھوٹے موٹے کاموں کی عادت ڈلوائے مثلاً چیزیں ترتیب سے رکھیں، اپنی الماریاں صاف رکھیں، اپنے جوتے کپڑے ترتیب سے رکھیں، چائے، لسی، شربت وغیرہ بنانا سیکھیں، چھوٹی بچیوں سے تھوڑے بہت برتن دھلوانا، ہلکی پھلکی جھاڑو لگوانا، چھوٹے موٹے کپڑے جیسے ٹوپی، موزے، رومال، اسکاف وغیرہ دھلوانا۔

سبزی بناتے ہوئے انہیں ساتھ بٹھانا چاہیے تاکہ پالک، بھنڈی وغیرہ صاف کرنے اور کاٹنے کی عادت پڑے، لہسن، ادرک چھیلنا، پیسنا آئے۔

اور جب لڑکیاں 14، 15 سال کی ہو جائیں تو بس انہیں کھانا پکانا سکھانا شروع کر دینا چاہیے۔

یہی عمر ہوتی ہے جس میں ہر نیا کام کرنے اور سیکھنے کی دھن ہوتی ہے۔ بچیوں کو پیار محبت سے سمجھانا چاہیے کہ نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی لاڈلی بیٹی شہزادیِ کونین بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے گھر کے کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا، جھاڑو پوچا وغیرہ کوئی عزت گھٹانے والے کام نہیں ہیں، بلکہ یہ تو شہزادیِ کونین کا مبارک طریقہ ہے اور اگر آپ ان کے طریقے پر عمل کی نیت سے یہ کام کریں گی تو ثواب کی بھی حقدار ہوں گی۔

گھر کو بغیر کسی ذہنی دباؤ کے بآسانی صاف اور منظم رکھنے کے لیے بچیوں کو درج ذیل چھوٹی چھوٹی عادتوں کو مستقل اپنانے کا ذہن دیا جائے۔

1 صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے اپنا بستر درست کر لیں۔ یقین کیجیے کہ دو منٹ کے اس معمولی کام کی بدولت آپ کا کمرہ 80 فیصد صاف ستھرا منظر پیش کرنے لگتا ہے۔ جبکہ بکھرا بستر، پورے کمرے کی بے ترتیبی کی علامت بن جاتا ہے۔

ہمارے شیخِ طریقت امیرِ اہلِ سنت علامہ محمد الیاس عطاری قادری دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے ہمیں جو 63 نیک اعمال کا رسالہ دیا گیا ہے اس میں ایک نیک عمل یہ بھی ہے۔

کیا آپ صفائی ستھرائی کے عادی اور سلیقہ مند ہیں؟

2 صفائی کو ٹالتے رہنے سے گندگی جمع ہو جاتی ہے اس لیے چھوٹے چھوٹے کام فوری کرنا مثلاً باتھ روم یا باورچی خانے کی سنک استعمال کرتے ہی اسے صاف کر لیں۔ ورنہ پانی اور صابن کے دھبے خشک ہو کر جم جاتے ہیں۔

3 ہر چیز کے لیے ایک مخصوص جگہ بنانا تاکہ اشیاء بکھری نہ رہیں مثلاً میلے کپڑوں کو زمین یا کرسی وغیرہ پر ڈالنے کی بجائے فوری طور پر لانڈری کی ٹوکری میں ڈالیں۔

4 غیر ضروری چیزوں کو جمع کرنے سے بچنا اور باقاعدگی سے اشیاء کو الگ کرنا۔ ایک اندر ایک باہر کا اصول اپنائیں مثلاً نیا لباس، نیا جوتا یا نیا برتن خریدتے ہی اب پرانی چیز کسی ضرورت مند کو دے دیں یاری سائیکل کر دیں اس طرح گھر میں غیر ضروری اشیا کی تعداد نہیں بڑھتی۔ اس کے لیے گھر کے ایک کونے میں ایک ڈبہ رکھیں جہاں آپ وہ چیزیں ڈالتی جائیں جو اب استعمال میں نہیں آتیں جب ڈبہ بھر جائے تو اسے کسی ضرورت مند کو دے دیں یہ عادت گھر کو منظم رکھنے میں بہت مددگار ہوتی ہے۔

5 اگر صرف باورچی خانے، باتھ روم اور صحن کو منظم کر لیا جائے تو پورا گھر منظم نظر آنے لگتا ہے۔ اس لیے صحن، باورچی خانے اور گھر کے داخلی راستے جہاں گرد و غبار جمع ہوتا رہتا ہے، روزانہ ایک سے دو بار جھاڑو لگا لینے سے انہیں کم محنت کے ساتھ کافی حد تک صاف رکھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ کچن میں کھانا پکاتے ہوئے صفائی کو بھی ساتھ ساتھ چلایا جائے مثلاً جب سبزیاں ابل رہی ہوں یا سالن پک رہا ہو ان چند منٹوں میں استعمال شدہ برتن دھو لیے جائیں، کاؤنٹر صاف کر لیا جائے اس طرح کرنے سے کھانے کے بعد پہاڑ جیسا برتنوں کا ڈھیر نہیں ہوتا اور باورچی خانہ صاف ستھرا رہتا ہے۔ یوں ہی رات کو بھی برتن وغیرہ دھو کر سنک کو بالکل خالی کر دیں۔

سونے سے پہلے پورے گھر کا ایک چکر لگائیں اور بکھری ہوئی چیزوں کو ان کی جگہ پر رکھ دیں۔ یوں صبح ایک منظم اور مرتب گھر آپ کا منتظر ہو گا جو آپ کو ایک ذہنی سکون فراہم کرے گا اور آپ کے دن کا آغاز ہی صاف اور منظم انداز سے ہو گا۔

ایک مسلمان عورت کے لیے شہزادیِ کونین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بہترین نمونہ (Role model) ہیں آپ نے اپنے امور خانہ داری کو بہترین انداز میں منظم کیا ہوا تھا حالانکہ مادّی اعتبار سے اس دور میں گھریلو کام کاج میں آسانی کے لیے آج کی طرح کی سہولیات بھی میسّر نہیں تھیں اس کے باوجود تمام گھریلو کاموں کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت، شوہر کی خدمت اور اولاد کی بہترین تربیت فرمائی۔

اللہ پاک ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ کے نقش قدم

رسولِ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ تسبیحات پڑھنے کی تعلیم فرمائی:

33 مرتبہ سُبْحَانَ اللہ، 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور 34 مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(بخاری، 3/516، حدیث: 5362)

اس عظیم معمول کو تسبیحِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔ یہ تمام سلاسلِ طریقت میں، بالخصوص سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں بھی معمول اور باعثِ برکت ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں فرماتے ہیں کہ

سرورِ کائنات صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جو تسبیحات پڑھنے کی تعلیم فرمائی، ان میں یہ حکمت بھی ہے کہ سونے کے وقت ان تسبیحات کو پڑھنے سے دن بھر کے کام کاج کی تھکن اور درد و آلام دور ہو جاتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، 5/233)

شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے عطا کردہ اسلامی بہنوں کے 63 نیک اعمال میں سے ایک نیک عمل یہ بھی ہے۔

کیا آج آپ نے پانچوں نمازوں کے بعد کم از کم ایک مرتبہ آیۃُ الکرسی، سورۃُ الاخلاص اور تسبیحِ فاطمہ رضی اللہ عنہا پڑھی؟

نیت کیجیے! نمازوں کے بعد تسبیحات کا یہ مبارک معمول اپنائیں گی اور سونے سے پہلے تسبیحِ فاطمہ رضی اللہ عنہا پڑھ کر اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے منور کریں گی۔



قرآن شفا ہے مگر کیسے؟

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتی ہیں کہ بعض چیزیں انسان پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ کسی کی محبت بھری بات دل کو خوش کر دیتی ہے، کسی کی سخت بات دل دکھانے کا سبب بنتی ہے اور کسی اچھی نصیحت سے انسان اپنی غلطی پر غور کرنے لگتا ہے۔ جب انسانی کلام بھی دل و دماغ پر اثر ڈال سکتا ہے تو اس کلام کا کیا عالم ہو گا جو اللہ پاک کا کلام ہے! قرآنِ کریم محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ اللہ پاک کی نازل فرمائی ہوئی وہ عظیم کتاب ہے جو انسان کے دل و دماغ، عقیدے، اخلاق اور عمل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کی تلاوت سے دلوں پر کیفیت طاری ہوتی ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں، سوچ بدلتی ہے اور انسان گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آتا ہے۔ یہی قرآنِ کریم کی عظیم تاثیر اور اس کے اعجاز کی ایک روشن دلیل ہے۔

قرآنِ کریم کی تاثیر صرف ایمان والوں تک محدود نہیں؛ تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ بعض غیر مسلموں نے قرآنِ کریم کی آیات سنیں تو اس کی تاثیر سے متاثر ہوئے، اگرچہ ہر شخص ایمان کی دولت سے سرفراز نہیں ہوا۔

یاد رہے! قرآنِ کریم کی عظیم تاثیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ انسان کے لیے شفا کا ذریعہ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ (پ15، بنی اسرائیل:82) ترجمہ: اور ہم قرآن میں وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو خسارہ ہی بڑھتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے تحت امام ابو حفص عمر بن علی دِمشقی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نازل کردہ قرآن میں شفا ہے۔ پورا قرآن مومنوں کے لیے شفا ہے، یعنی یہ گمراہی اور جہالت کو دور کرتا، اختلافات کو واضح کرتا، مشکل امور کی وضاحت کرتا، شبہات کا علاج کرتا، حیرت سے نجات دیتا اور دلوں سے جہالت کو ختم کر کے شفا کا سبب بنتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کی شفا صرف جسمانی بیماریوں تک محدود نہیں، بلکہ یہ انسان کے عقائد، خیالات، اخلاق اور باطن کی اصلاح بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم سے شفا پانے کا ایک پہلو روحانی بیماریوں کا علاج ہے، جبکہ دوسرا پہلو جسمانی بیماریوں میں اس کے ذریعے فائدہ حاصل کرنا ہے۔

روحانی بیماریوں میں سب سے خطرناک عقائدِ باطلہ ہیں۔ ان میں اللہ پاک کی ذات و صفات، انبیائے کرام، آخرت، قضا و قدر اور دیگر بنیادی اسلامی عقائد کے بارے میں غلط تصورات شامل ہیں۔ قرآنِ کریم ان تمام مسائل میں حق واضح کرتا اور دلائل کے ذریعے انسان کو صحیح عقیدے کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے۔ اسی طرح انسان کے باطن میں پیدا ہونے والے برے اخلاق بھی روحانی بیماریوں میں شامل ہیں۔ حسد، کینہ، تکبر، حرص، دنیا کی محبت اور عداوت جیسی خرابیاں انسان کے دل کو متاثر کرتی ہیں۔ قرآنِ کریم ان بیماریوں کی مذمت اور ان کے نقصانات بیان کرتا، جبکہ صبر، شکر، اخلاص، عاجزی اور حسنِ اخلاق جیسی خوبیوں کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے۔ یوں قرآنِ کریم انسان کے دل و باطن کی اصلاح کر کے اسے روحانی بیماریوں سے نجات پانے کا راستہ دکھاتا ہے۔ (1)

جسمانی بیماریوں میں بھی شفا قرآنِ کریم کی تلاوت کے ذریعے

جسمانی بیماری میں دم کرنا بھی احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام ایک سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں وہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس پہنچے، مگر قبیلے والوں نے ان کی مہمان نوازی نہ کی۔ اسی دوران اس قبیلے کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا۔ لوگوں نے علاج کی کوشش کی، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ انہوں نے صحابہ کرام سے پوچھا: کیا آپ میں سے کسی کے پاس دوا یا دم کرنے والا ہے؟ صحابہ کرام نے فرمایا کہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لیے کچھ معاوضہ مقرر نہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کیا۔ ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ سردار تندرست ہو گیا۔ (2)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کی آیات کے ذریعے دم کرنا جائز ہے اور اللہ پاک اس کے ذریعے شفا عطا فرماتا ہے۔

حضور ﷺ کا قرآن سے دم فرمانا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہلِ خانہ میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو حضور ﷺ اس پر مُعَوِّذات پڑھ کر دم فرماتے۔ پھر جب حضور ﷺ اپنی اس آخری بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں وصال فرمایا تو میں حضور ﷺ پر مُعَوِّذات پڑھ کر دم کرتی اور حضور ﷺ کے دستِ اقدس کو جسمِ مبارک پر پھیرتی، کیونکہ حضور ﷺ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی۔ (3)

نوٹ: مُعَوِّذات سے مراد سورۂ فلق اور سورۂ ناس ہیں۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک رات نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس زمین پر رکھا تو بچھو نے کاٹ لیا۔ حضور ﷺ نے اسے جوتے شریف سے مار کر قتل کر دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ نے نمک اور پانی منگوایا، پھر اسے ایک برتن میں ڈالا اور انگلی مبارک پر لگانے لگے جہاں بچھو نے کاٹا تھا۔ حضور ﷺ اس پر ہاتھ پھیرتے، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس سے دم فرماتے رہے۔ (4)

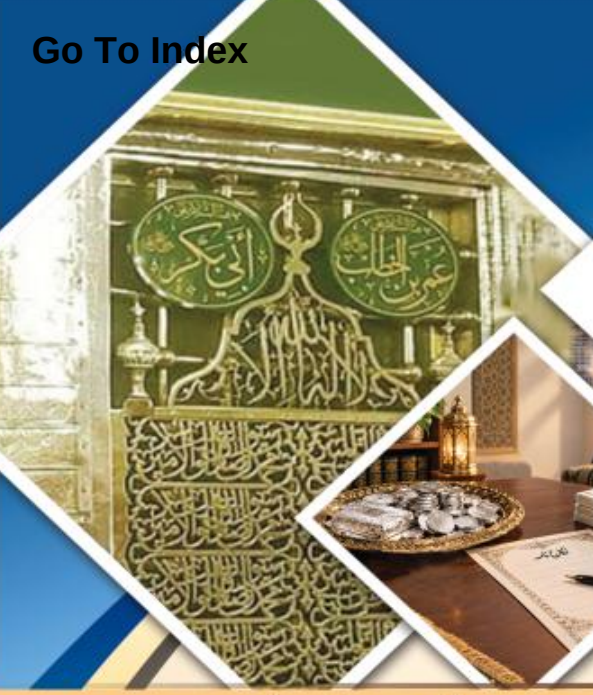
اس حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آپ کی بائیں ہاتھ کی انگلی شریف میں کاٹ لیا۔ جسمِ نبی پر زہر، ڈنگ، تلوار اثر کر سکتی ہے۔ یہ واردات بشریت پر وارد ہوتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اسے مار کر فرمایا کہ بچھو مُوذِی ہے، اسے حل و حرم ہر جگہ مار دو۔ مُوذِی وہ جانور ہے جو اپنے نفع کے بغیر انسان کا نقصان کر دے۔ لہٰذا کھٹمل جوں مُوذِی نہیں کہ انسان کو کاٹتی ہے مگر اپنا پیٹ بھرنے کے لیے۔ یہ ہے دوا اور دعا کا اجتماع نمک و پانی بھڑ (تنبوڑی) اور بچھو وغیرہ کے کاٹے کے لیے بہت مفید ہے۔ یَمْسَحُهَا سے معلوم ہوا کہ دم کرتے وقت بیماری کی جگہ پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ایسے مریض پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ (5)

ان احادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات کے ذریعے دم کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مبارک عمل سے ثابت ہے۔ جسمانی بیماری کی صورت میں دیگر جائز طبی اسباب اختیار کرنا اپنی جگہ مگر قرآنِ کریم سے شفا طلب کرنا ان اسباب کے اختیار کرنے کے منافی نہیں۔

یہ ایماں ہے خدا شاہد کہ ہیں آیاتِ قرآنی
علاجِ جملہ علتہائے جسمانی و روحانی (6)

---

1. اللباب فی علوم الکتاب، 12/369
2. بخاری، 4/30، 31، حدیث: 5736
3. مسلم، ص929، حدیث: 5714
4. شعب الایمان، 2/518، حدیث: 2575
5. مراٰۃ المناجیح، 6/247
6. جنتی زیور، ص573





دارُالافتاء اَہلسنّت

مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی* شیخ الحدیث ومفتی دار الافتاء اہلِ سنّت، لاہور

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے تین منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

1 کیا حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف خلافتِ ظاہری میں پہلے نمبر پر ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے کا کیا حکم ہے کہ ظاہری خلافت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور باطنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے نمبر پر ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تمام مسلمانانِ اہلِ سنت کا اجماع ہے کہ جس طرح حضرت سیدنا ابو بکر صدیق خلافت ظاہری میں خلیفہ بلا فصل اور سب سے افضل ہیں اسی طرح خلافت باطنی (ولایت روحانیت) میں بھی بلا کسی تخصیص و استثناء کے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل اور سب سے افضل واکمل ہیں۔

ظاہری وباطنی خلافت کی مذکورہ تقسیم بدعتی لوگوں کا مذہب ہے، حضرات خلفائے اربعہ بالترتیب نبیِ کریم کی ظاہری وباطنی ہر دو خلافتوں کے جامع تھے، اوران کو دونوں خلافتیں (ظاہری و باطنی) حاصل تھیں۔ لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ ظاہری خلافت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور باطنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے نمبر پر ہیں اس کا یہ قول خلافِ حق ہے اور ایسا شخص اہلِ سنت سے خارج گمراہ، بد دین ہے اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرکے دوبارہ مسلک حقہ اہلِ سنت وجماعت قبول کرے۔

ایک اشتباہ کا ازالہ:

یہاں ایک اہم نقطہ سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ تمام اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو مقام ولایت وروحانیت اور قرب ربانی جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، وہ مقام، انبیا ومرسلین علیہم السلام کے بعد کسی بھی انسان کو حاصل نہیں، اور اسی قرب ربانی ومعرفت نفسانی کے سبب جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پوری امت پر افضلیتِ مطلقہ رکھتے ہیں، البتہ جناب مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہاں ایک جزوی فضیلت حاصل ہے جو دیگر اصحاب کو حاصل نہیں اور وہ یہ کہ ولایت سے جو فیضان وہدایت مخلوق کو پہنچی اور جو فیضان پہنچے گا، اس

ہدایت وفیضان کے پیشوا مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان ولایت کی تقسیم آپ ہی کے سپرد ہے، اور یہ آپ کی خصوصیت اور تمام صحابۂ کرام پر جزوی فضیلت ہے جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے منافی نہیں۔ اس سے اکثر بد مذہب لوگ سیدھے سادھے سنیوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے خلافت باطنی و قربِ الٰہی میں افضل تھے اور جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ تو فقط سیاسی خلیفہ تھے، ان کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس خصوصیتِ مرتبہ تکمیل وارشاد کو لے کر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر افضلیت کا قول کرنا باطل ہے، کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک جزوی فضیلت وخاصہ ہے جو کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیتِ مطلقہ وفضل کلی کے بالکل منافی نہیں اور یہ ایک خصوصیت ہی کیا! جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کئی ایسے خصوصی فضائل وکمالات ہیں جو دوسرے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ میں نہیں لیکن اس سب کے باوجود جو ولایت وروحانیت و قربِ خداوندی جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے وہ مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ تمام صحابۂ کرام سے زیادہ ہے اور یہی مدار افضلیت مطلقہ ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 احرام کی حالت میں مونچھیں کاٹنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر محرم نے حالت احرام میں جان بوجھ کر بلاعذر اپنی آدھی یا پوری مونچھ کاٹ دی تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احرام کی حالت میں جان بوجھ کر بلاعذر اپنی مونچھیں کاٹنا ناجائز وگناہ ہے، نیز اس سے ایک **"صدقہ"** بھی واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی محرم نے حالت احرام میں جان بوجھ کر بلاعذر آدھی، خواہ پوری مونچھیں کٹوادی، تو اس پر اس گناہ سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک **"صدقہ"** بھی ادا کرنا لازم ہوگا۔

نوٹ: صدقہ کی مقدار ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، یعنی نصف صاع (ایک کلو نو سو بیس گرام) گندم یا اس کا آٹا یا ستو یا ایک صاع (تین کلو آٹھ سو چالیس گرام) کھجوریں، منقی یا جو یا اس کا آٹا یا ستو یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کسی فقیر شرعی یعنی مستحقِ زکوٰۃ شخص کو دیں، چاہے حرم شریف میں دے دیں یا اپنے وطن واپس آکر یہاں کے کسی فقیر کو دے دیں۔ البتہ افضل یہ ہے کہ حرم کے فقیروں کو ہی دیا جائے۔ اور صدقہ جہاں بھی دے، بہر حال قیمت اس مقام کے حساب سے دینی ہوگی، جہاں صدقہ ادا کرنے والا ادائیگی کے وقت خود موجود ہو۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 مہر میں چاندی دینا مقرر ہوا ہو تو بعد میں اس کے عوض رقم سے مہر ادا کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی کے وقت ایک سو بتیس (132) تولہ چاندی مہر مقرر ہوا تھا اب میں چاندی کے بدلے پیسے ادا کرنا چاہتا ہوں تو کیا یہ جائز ہے؟

اگر جائز ہے تو نکاح کے وقت چاندی کی مالیت کے اعتبار سے پیسے ادا کرنے ہیں یا موجودہ ریٹ کے مطابق؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت کے مطابق اگر آپ چاندی کے بدلے پیسوں میں مہر ادا کرنا چاہتے ہیں تو بیوی کی رضامندی سے جس رقم پر اتفاق ہو جائے وہ رقم ادا کر سکتے ہیں کہ مہر میں جو چیز مقرر ہوئی بعد میں اس کے عوض خلافِ جنس کوئی چیز دینا صورتاً صلح اور معناً بیع ہے اور بیع میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم



اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی ✿ شیخ الحدیث و مفتی دار الافتاء اہلِ سنّت، لاہور

1 سمجھدار نابالغ بیٹے کے ساتھ حج کرنے کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے شوہر کا کچھ عرصہ قبل انتقال ہوا ہے۔ اس کے ورثاء بیوہ اور ایک عاقل بیٹا ہے جس کی عمر 13 سال ہے لیکن وہ نابالغ ہے۔ یہ لڑکا اپنی عمر کے اعتبار سے سمجھدار و قابل اطمینان یعنی وہ باحیا اور پردے کے معاملات کی سمجھ بوجھ رکھنے والا ہے۔ شوہر کی وراثت سے حصہ ملنے کے سبب بیوہ پر حج فرض ہو چکا ہے۔ پوچھنا یہ تھا کہ کیا یہ خاتون اپنے 13 سال کے بیٹے کے ساتھ حج پر جا سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً یہ ذہن نشین رہے کہ عند الشرع کسی بھی عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر شرعی مسافت یعنی 92 کلو میٹر یا اس سے زائد کی مسافت پر واقع کسی جگہ جانا حرام ہے، ساتھ جانے والے محرم کا عاقل و بالغ یا مراہق اور قابلِ اطمینان (یعنی فاسق و بے باک نہ) ہونا بھی ضروری ہے۔ مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا جس کے ہم عمر بالغ ہو گئے ہوں اور اس کی مقدار بارہ سال ہے، اس معاملے میں وہ بھی بالغ کے حکم میں ہے۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت میں مذکورہ خاتون کا تیرہ سالہ نابالغ بیٹا بھی مراہق و قابل اطمینان ہے جس کی وجہ سے اس خاتون کا اپنے بیٹے کے ساتھ حج کی ادائیگی کے لیے سفر اختیار کرنا جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 نامحرم کی موجودگی میں تیمم سے پڑھی گئی نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک مسئلہ پڑھا تھا کہ اگر عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں کوئی نامحرم موجود ہے جس سے چھپا کر ہاتھوں کو دھونا اور سر کا مسح نہیں کر سکتی تو وہ تیمم کر لے، میرا سوال یہ ہے کہ اگر عورت اس طرح تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو کیا پھر بعد میں اس نماز کا اعادہ کرنا ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں اس عورت پر دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھنا لازم نہیں ہے اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ جس عذر کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے، اگر وہ عذر بندے کی طرف سے ہو تو نماز کا اعادہ لازم ہوتا ہے۔ لیکن اگر عذر اللہ عزوجل کی طرف سے ہو، بندے کا اس میں کچھ دخل نہ ہو تو ایسے عذر کے سبب تیمم کر کے پڑھی جانے والی نماز کا اعادہ لازم نہیں ہوتا، اور دریافت کردہ صورت میں بھی چونکہ غیر کے سامنے ستر کھولنے سے مانع حیا اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں لہٰذا یہ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا اور اس کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے پر اس کا اعادہ لازم نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم



اعتقادات وتوہمات (قسط نمبر 7)

محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ
طالبہ فیضان آن لائن اکیڈمی عرب، بحرین

سورج اور چاند گرہن

سورج اور چاند گرہن اللہ پاک کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اس کی قدرتِ کاملہ کے مظاہر میں سے ہیں۔ اللہ پاک اپنے بندوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا کر ڈراتا اور غفلت سے بیدار فرماتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾ (پ15، بنی اسرائیل:59) ترجمہ: اور ہم نشانیاں ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔

اس آیت کے تحت شیخ محمود بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سورج گرہن اللہ پاک کی ڈرانے والی نشانیوں میں سے ہے؛ کیونکہ یہ روشنی نعمت کو تاریکی میں بدل دیتی ہے اور نعمت کو اس کی ضد یعنی اندھیرے میں تبدیل کر دینا ڈرانے کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ پاک اپنے بندوں کو اس لیے ڈراتا ہے کہ وہ گناہوں سے باز آئیں اور اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوں جس میں ان کی کامیابی ہے۔ بندے کو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں رجوع کرنے والی حالتوں میں قریب ترین حالت نماز ہے۔[1]

گرہن کے بارے میں باطل تصورات

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں سورج اور چاند گرہن کے بارے میں مختلف عجیب و غریب تصورات اور توہمات پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ اسے کسی بڑی شخصیت کی موت یا پیدائش سے جوڑتے ہیں، بعض اسے آنے والی مصیبت یا کسی بڑے حادثے کی علامت سمجھتے ہیں، جبکہ بعض مقامات پر خصوصاً حاملہ خواتین کے متعلق مختلف پابندیاں مشہور ہیں۔

حاملہ خواتین کے متعلق توہمات

حاملہ خواتین کے بارے میں یہ توہم پایا جاتا ہے کہ گرہن کے وقت اگر وہ باہر نکلیں، چھری یا قینچی استعمال کریں، کپڑا کاٹیں یا سلائی کڑھائی کریں تو بچے کے جسم پر کوئی نشان پڑ سکتا ہے یا اس کے کسی عضو کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اس دوران کھانا پکانے یا کھانے سے بھی منع کرتے ہیں اور یہ تصور رکھتے ہیں کہ گرہن کے وقت ایسی شعاعیں یا جراثیم پیدا ہوتے ہیں جو کھانے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ سب باتیں بے بنیاد توہمات ہیں۔ شریعت میں گرہن کے وقت حاملہ عورت کے لیے ان کاموں کی کوئی خاص ممانعت نہیں۔ نفع و نقصان کا مالک اللہ پاک ہے؛ سورج یا چاند اپنے اختیار سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

دنیا کے مختلف معاشروں میں بھی گرہن کے بارے میں طرح طرح کے توہمات پائے جاتے رہے ہیں۔ بعض قدیم اقوام اسے دیوتاؤں کی ناراضی، کسی آفت یا بیماری کی علامت سمجھتی تھیں۔ قدیم چینیوں میں یہ تصور مشہور تھا کہ چاند گرہن کے وقت ایک بہت بڑا اژدھا چاند کو نگل رہا ہے، چنانچہ لوگ شور مچا کر اسے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔

بعض جگہوں پر ذہنی بیماری میں مبتلا بچوں کو گرہن کے وقت ریت میں دبانے جیسے طریقے بھی اختیار کیے جاتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام تصورات محض توہمات ہیں اور اسلام ان سے پاک ہے۔

گرہن کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں لگتا

حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ایک مرتبہ سورج گرہن

ہوا۔ اتفاق سے انہی دنوں حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ بعض لوگوں نے سورج گرہن کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات سے جوڑا تو حضور ﷺ نے اس باطل خیال کی واضح تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا: بے شک چاند اور سورج اللہ پاک کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو گرہن کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں لگتا، پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ پاک سے دعا کرو، اس کی کبریائی بیان کرو، نماز پڑھو اور صدقہ دو۔[2]

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس میں اہلِ جاہلیت کے اس عقیدے کو باطل قرار دیا گیا ہے کہ ستارے زمین میں مؤثر ہیں۔ اہلِ جاہلیت کا یہ خیال تھا کہ چاند یا سورج کا گرہن زمین میں موت یا نقصان کا سبب بنتا ہے، جبکہ حضور ﷺ نے واضح فرمادیا کہ یہ اعتقاد باطل ہے۔ سورج اور چاند اللہ پاک کی مخلوق اور اس کے تابع ہیں، ان کا اپنے اختیار سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا ممکن نہیں۔[3]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کفارِ عرب اور مشرکینِ ہند کے اس گرہن کے متعلق عجیب خیالات ہیں؛ کفارِ عرب کہتے تھے کہ کسی برے آدمی کی پیدائش یا اچھے آدمی کی وفات پر گرہن کر سکتا ہے، مشرکینِ ہند کا عقیدہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے، انہوں نے بھنگیوں چماروں سے کچھ قرض لیا اور ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے، چنانچہ ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں کہ سورج مہاراج کا قرض چکاؤ، اسلام ان لغویات سے علیحدہ ہے وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کر دے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے، چونکہ یہ قہرِ خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو۔[4]

گرہن کے وقت کیا کرنا چاہیے؟ سورج اور چاند گرہن محض ایک طبعی واقعہ نہیں کہ جسے دیکھ کر انسان غافل ہو جائے، بلکہ یہ اللہ پاک کی قدرت کی نشانی ہے۔ ایسے موقع پر ہمیں اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، توبہ و استغفار کرنا چاہیے، دعا مانگنی چاہیے، نماز پڑھنی چاہیے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی قیامت کے ان ہولناک مناظر کو یاد کرنا چاہیے جب سورج بے نور ہو جائے گا اور کائنات کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ یوں گرہن کا منظر ہمارے لیے عبرت اور آخرت کی تیاری کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

حاملہ خواتین کے لیے کیا حکم ہے؟ حاملہ خواتین کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ گرہن کے وقت دیگر نیک اعمال میں مشغول ہوں۔ شرعاً ان کے لیے کپڑا کاٹنے، سلائی کرنے، سو جانے، چلنے پھرنے یا دیگر معمول کے کام کرنے کی کوئی خاص ممانعت نہیں۔ عوام میں مشہور یہ باتیں کہ گرہن کے وقت فلاں کام کرنے سے بچے کو نقصان پہنچے گا یا اس کے جسم پر نشان پڑ جائے گا، بے اصل توہمات ہیں۔

البتہ! اگر کسی کام کی ضرورت نہ ہو تو اسے چھوڑ کر نماز، دعا، ذکر و استغفار میں مشغول رہنا یقیناً زیادہ بہتر ہے۔ اس سے توہمات کی تائید مقصود نہیں بلکہ ایسے بابرکت وقت کو اللہ پاک کی یاد میں گزارنا مقصود ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سورج اور چاند گرہن کے موقع پر باطل اعتقادات اور توہمات سے مکمل بچیں، اللہ پاک کی قدرت کو یاد کریں، اپنے گناہوں سے توبہ کریں، نماز، دعا، ذکر اور صدقے کے ذریعے اپنے رب کی بارگاہ میں رجوع کریں۔

اللہ پاک ہمیں اپنی نشانیوں سے عبرت حاصل کرنے، باطل توہمات سے محفوظ رہنے اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1. محیط برہانی، 2/255
2. بخاری، 1/357، حدیث: 1044
3. عمدۃ القاری، 5/302، تحت الحدیث: 1040
4. مراۃ المناجیح، 2/379



دوسروں کے ساتھ اچھائی کیجیے!

محترمہ ام انس عطاریہ ذمہ دار شعبہ ماہنامہ خواتین (کراچی سطح)، رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

انسان تنہا زندگی نہیں گزارتا بلکہ گھر، خاندان اور معاشرے کے افراد کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے۔ ایسے میں اس کے اخلاق اور دوسروں کے ساتھ برتاؤ کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ پورے ماحول پر پڑتا ہے۔ ایک نرم جملہ دل کو خوش کر سکتا ہے، کسی کی مدد اس کی مشکل آسان کر سکتی ہے اور کسی کی غلطی کو معاف کرنا ٹوٹتے ہوئے رشتے کو بچا سکتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اچھے سلوک اور بھلائی کرنے کی ترغیب دی ہے۔

دوسروں کے ساتھ اچھائی صرف مال خرچ کرنے یا کسی کی مالی مدد کرنے کا نام نہیں، بلکہ نرمی سے بات کرنا، خوش اخلاقی سے پیش آنا، کسی کی پریشانی دور کرنا، معاف کرنا، عیب پوشی کرنا اور مسکرا کر ملنا بھی اچھائی کی مختلف صورتیں ہیں۔ جب یہ جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا ہو گا تو ہمارا گھر محبت کا گہوارہ، رشتے مضبوط اور معاشرہ امن و سکون کا نمونہ بن سکتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: مخلوق اللہ پاک کی عیال ہے اور مخلوق میں سے وہ اللہ پاک کو زیادہ پسند ہے جو اس کی عیال کے ساتھ اچھائی کرے۔[1]

ہمیں چاہیے کہ اچھائی کے لیے بڑے مواقع کا انتظار نہ کریں بلکہ روزمرہ زندگی کے معمولی معمولی کاموں میں بھی دوسروں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں؛ کیونکہ بسا اوقات ہماری معمولی سی نیکی کسی کے لیے بہت بڑی خوشی کا سبب بن جاتی ہے۔

اچھائی صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں دوسروں کے ساتھ اچھائی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ کسی ضرورت مند کی مالی مدد کرنا یقیناً نیکی ہے، لیکن ہر ایک کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ مال کے ذریعے دوسروں کی مدد کرے۔ اس کے باوجود ہر اسلامی بہن اپنے اچھے اخلاق، نرم گفتگو اور خیر خواہی کے ذریعے دوسروں کے لیے آسانی پیدا کر سکتی ہے۔ کسی پریشان حال کی دل جوئی کرنا، کسی کی مشکل دور کرنا، معاف کر دینا، اچھی بات سمجھانا اور نیکی کی طرف راہ نمائی کرنا بھی اچھے سلوک کی صورتیں ہیں۔ کسی کی پریشانی دور کرنا بھی بڑی نیکی ہے۔ کبھی کوئی مالی مشکل میں ہوتی ہے، کبھی گھریلو پریشانی اسے بے چین کیے ہوتی ہے اور کبھی وہ کسی ذہنی الجھن میں مبتلا ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر اس کی بات توجہ سے سن لینا، مناسب مشورہ دینا یا اپنی استطاعت کے مطابق اس کا ہاتھ تھام لینا اس کے لیے بہت بڑی راحت بن سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا جس کے گھٹنے میں سات سال سے پھوڑا تھا۔ انہوں نے اسے ایسی جگہ کنواں کھودنے کا مشورہ دیا جہاں لوگوں کو پانی کی ضرورت تھی۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ پاک نے اسے شفا عطا فرمائی۔[2]

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنے والے کام بظاہر معمولی نظر آئیں، لیکن ان میں خیر اور برکت کے بڑے دروازے ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے اردگرد موجود لوگوں کی ضرورت کو محسوس کریں اور جہاں ممکن ہو، ان کے کام آئیں۔

معمولی نیکی کو معمولی نہ سمجھیں بعض اوقات ہم بڑی نیکی کے مواقع تلاش کرتی رہتی ہیں، حالانکہ ہمارے روزمرہ معمولات

میں بھلائی کے بے شمار مواقع موجود ہوتے ہیں۔ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، کسی غم زدہ کو تسلی دینا، بیمار کی عیادت کرنا، تعزیت کرنا، کسی کی غلطی سے درگزر کرنا، کسی کا عیب چھپانا، پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یا کسی کو نیکی کی طرف متوجہ کرنا، یہ سب ایسے کام ہیں جن کے ذریعے ہم دوسروں کے لیے خیر کا سبب بن سکتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے: کسی بھی نیکی کو ہرگز معمولی نہ سمجھو، خواہ اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو۔[3] یہ حدیثِ پاک ہمیں ترغیب دیتی ہے کہ کسی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے۔ ایک مسکراہٹ کسی اداس دل کو خوشی دے سکتی ہے، ایک نرم جملہ کسی کے دل کا بوجھ ہلکا کر سکتا ہے اور ایک چھوٹی سی مدد کسی کی بڑی مشکل آسان کر سکتی ہے۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے: لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو دوسرے لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔[4] پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری ذات دوسروں کے لیے تکلیف کا نہیں بلکہ راحت، خیر اور فائدے کا ذریعہ بنے۔

اچھائی کس سے کی جائے؟ اچھائی اور حسنِ سلوک کا آغاز اپنے قریب رہنے والوں سے ہونا چاہیے۔ سب سے پہلے والدین کے ساتھ ادب واحترام، خدمت اور نرم گفتگو کا معاملہ کیا جائے۔ پھر بہن بھائی، دیگر رشتہ دار، پڑوسی اور گھر میں کام کرنے والے افراد بھی ہمارے اچھے سلوک کے مستحق ہیں۔ اگر ہم دور کے لوگوں کے ساتھ تو خوش اخلاقی سے پیش آئیں، لیکن گھر والوں کے ساتھ سخت لہجے اور بدسلوکی کا رویہ رکھیں تو ہمارے اچھے اخلاق کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ خصوصاً گھر کا ماحول ہماری توجہ کا محتاج ہے۔ ساس بہو، نند بھاوج، بہن بھائی اور دیگر رشتہ دار اگر ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کریں، غلطیوں کو معاف کریں اور ایک دوسرے کی ضرورت کے وقت کام آئیں تو بہت سے گھریلو اختلافات پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح بچوں کے سامنے نرمی، صبر اور خیر خواہی کا مظاہرہ کیا جائے تو وہ بھی اپنے بڑوں سے اچھے اخلاق سیکھتے ہیں۔

نیکی کی طرف راہ نمائی بھی اچھائی ہے دوسروں کے ساتھ بھلائی صرف دنیاوی معاملات تک محدود نہیں، بلکہ کسی کی نیکی کی طرف راہ نمائی کرنا بھی بہت بڑی خیر خواہی ہے۔ اگر ہمیں کوئی اچھی بات معلوم ہو تو مناسب انداز میں دوسروں تک پہنچانا، انہیں نماز کی پابندی کی ترغیب دینا، قرآنِ کریم پڑھنے کی طرف متوجہ کرنا، سنتوں پر عمل کی رغبت دلانا اور نیکی کی دعوت دینا بھی اچھے سلوک کی اہم صورتیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے: جس نے کسی بھلائی کی طرف راہ نمائی کی، اسے بھی اس نیکی کو کرنے والے جتنا اجر ملے گا۔[5] اس لیے اسلامی بہنوں کو چاہیے کہ اپنے گھر اور حلقۂ احباب میں نیکی کی دعوت کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ کسی اسلامی بہن کو ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی ترغیب دینا، دینی تعلیم حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرنا یا کسی نیک عمل کی یاد دہانی کروانا بھی بھلائی ہے۔ ممکن ہے ہماری ایک اچھی بات کسی کے معمولات بدل دے اور وہ نیکی کا ایسا راستہ اختیار کر لے جس کے اجر میں ہمیں بھی حصہ ملتا رہے۔

ہمیں یہ جائزہ بھی لینا چاہیے کہ ہمارے الفاظ، انداز اور معاملات سے ہمارے گھر والے کس قدر خوش یا پریشان ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو ہماری ایک مسکراہٹ خوشی دے سکتی ہے تو ہمیں مسکرانے میں بخل نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اچھائی کا اثر صرف اس تک نہیں پہنچتا جس کے ساتھ بھلائی کی جائے، بلکہ نیکی کرنے والی کے دل میں بھی محبت، نرمی اور خیر خواہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے روزانہ یہ نیت کیا کریں کہ آج ہماری ذات کسی نہ کسی کے لیے آسانی اور خوشی کا سبب بنے گی۔ اللہ پاک ہمیں اچھا بولنے اور اچھا سننے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 شعب الایمان، 6/44، حدیث: 7448 2 شعب الایمان، 3/221، حدیث: 3381 3 مسلم، ص1083، حدیث: 6690 4 معجم اوسط، 4/222، حدیث: 5787 5 مسلم، ص809، حدیث: 4899



کسی کے ساتھ برا مت کیجیے!

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 53 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ سعید عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: فورتھ ائیر، فیضان ام عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ)

ہم اس دنیا میں مہمان ہیں، آج ہیں کل نہیں۔ پھر بھی ہم اس مختصر سی زندگی میں ایک دوسرے کا دل دکھانے میں لگی ہوتی ہیں؟ نہ جانے ایک دوسرے کو گرانے، نیچا دکھانے، تکلیف دینے میں ہمیں کیوں مزہ آتا ہے؟ حالانکہ جانتی بھی ہیں کہ دنیا مکافاتِ عمل ہے۔

یہاں کوئی چیز ضائع نہیں جاتی؛ آج ہم نے کسی کا مذاق اڑایا تو کل کوئی ہمارا بھی مذاق اڑائے گی، آج ہم نے کسی کو دھوکا دیا تو کل کوئی ہمیں دھوکا دے گی، آج ہم نے کسی کی مجبوری کا فائدہ اٹھایا تو کل ہم بھی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہوں گی، مگر سب کچھ جانتے ہوئے بھی کسی کے ساتھ برا کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتیں۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (پ30، الزلزال:7،8) ترجمہ: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[1]

یاد رکھیے! جسم کا زخم دوا سے بھر جاتا ہے، وقت کے ساتھ نشان بھی مٹ جاتا ہے، لیکن لفظوں کا زخم نسلوں تک یاد رہتا ہے، کسی کے ساتھ کیا ہوا برا سلوک اس کے دل کے کسی کونے میں گہرے گھاؤ کی طرح چھپا رہ جاتا ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ ہم نے بس ایک بات کہی تھی! لیکن سامنے والی اس ایک بات کو سالوں تک سینے سے لگائے پھرتی ہے۔

طاقتور کا مقابلہ کرنا مشکل ہے، اس لیے ہم کمزور کو چنتی ہیں، اس کو اپنی شر انگیزی کا نشانہ بناتی ہیں جو جواب نہیں دے سکتی، جو پلٹ کر وار نہیں کر سکتی۔ ادارے میں کسی سے ان بن ہو جائے یا اس کی ترقی ہو رہی ہو تو اس کی جڑ کاٹنے کی کوشش کی جاتی ہے، اسے وہاں سے نکلوانے کی سازش کی جاتی ہے، یہ بھی نہیں سوچتیں کہ بے چاری کتنی حاجت مند ہے، کتنی مجبوریوں کی وجہ سے اسے گھر سے نکلنا پڑا ہو گا! اسی طرح ملازم پر چیخنا، غریب کو حقیر جاننا، چھوٹے بہن بھائیوں کو دبانا یہ سب طاقت نہیں، بلکہ بزدلی ہے۔ اصل بہادری یہ ہے کہ طاقت ہونے کے باوجود معاف کر دیا جائے اور عہدہ ہونے کے باوجود عاجزی کی جائے۔

مشہور کہاوت ہے: "جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے، وہ خود اس میں جا گرتا ہے۔" حسد کرنے والی خود اس کی آگ میں جلتی ہے۔ غیبت کرنے والی خود اپنی آخرت تباہ کرتی ہے۔ جھوٹ بولنے والی خود پھنس جاتی ہے۔ لہٰذا کسی کے ساتھ برا کرنا صرف اس کا نقصان نہیں، بلکہ ہمارا سکون برباد کرتا ہے، رات کو نیند نہیں آتی، دل بے چین رہتا ہے، چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔

اگر ہم کسی کا بھلا نہیں کر سکتیں تو کم از کم برا بھی نہ کریں۔

تعریف نہیں کر سکتیں تو تنقید بھی نہ کریں، کسی کی راہ میں پھول نہیں بچھا سکتیں تو کانٹے بھی نہ ڈالیں۔ زندگی بہت چھوٹی ہے! اس مختصر سی زندگی کو محبت، درگزر اور اچھے اخلاق سے خوشگوار بنائیں۔

ہمارا بینک بیلنس سرمایہ سب یہیں رہ جائے گا دنیا ہمیں صرف ہمارے اخلاق اور کردار سے یاد رکھے گی، لہٰذا اپنا کردار اتنا مضبوط رکھیے کہ ہمارے جانے پر لوگ خوش نہ ہوں بلکہ ہماری کمی کو محسوس کیا جائے۔

محترمہ بنتِ شہزاد عالم عطاریہ
(طالبہ: تخصص فی الفقہ، دار الحبیبہ دھوراجی کراچی)

انسان جس تکلیف کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا، وہ کسی دوسرے مسلمان کو بھی نہ دے۔ بعض اوقات ہماری ایک معمولی سی بات، طنزیہ، سخت لہجہ دوسرے کے دل پر ایسا اثر چھوڑ دیتا ہے جس کا ہمیں اندازہ بھی نہیں ہوتا۔

اللہ پاک قرآنِ مجید میں مسلمانوں کو ناحق ایذا دینے والوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠ (پ22، الاحزاب:58) ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جس سے انہیں اذیت پہنچے حالانکہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہوتا جس کی وجہ سے انہیں اذیت دی جائے تو ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا اور خود کو بہتان کی سزا اور کھلے گناہ کے عذاب کا حق دار ٹھہرالیا ہے۔

یاد رہے کہ مسلمان مرد و عورت کو دینِ اسلام میں یہ حق دیا گیا ہے کہ انہیں کوئی شخص اپنے قول اور فعل کے ذریعے ناحق ایذا نہ دے۔[2]

حدیثِ پاک میں مسلمان کو ناحق تکلیف دینے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ پاک کو تکلیف دی۔[3] اور جس نے اللہ پاک کو تکلیف دی یقیناً اللہ پاک اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں۔[4] چنانچہ،

یاد رہے! مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے۔[5]

بیان کردہ آیت، تفسیر اور احادیث سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں مسلمانوں کو ہر طرح کی ناحق ایذا سے بچانا نہایت اہمیت کا حامل ہے اور کسی مسلمان کو قول یا فعل کے ذریعے تکلیف پہنچانا سخت گناہ اور اللہ پاک کی ناراضی کا سبب ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے اخلاق و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے یہ عہد کرنا چاہیے کہ کسی کے ساتھ بُرا نہیں کریں گی، بلکہ نرمی، خیر خواہی اور حسنِ سلوک کو اپنا شعار بنائیں گی۔

افسوس کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ اس معاملے میں غفلت کا شکار ہیں اور معمولی باتوں، طنز، سخت لہجے اور مختلف برے اعمال کے ذریعے دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اللہ پاک انہیں اور ہم سب کو مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے، دوسروں کو ایذا دینے سے بچنے اور اچھے اخلاق اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. بخاری، 1/16، حدیث:11
2. تفسیر صراط الجنان، 8/88
3. معجم اوسط، 2/387، حدیث:3607
4. بخاری، 1/16، حدیث:11
5. فتاویٰ رضویہ، 24/425



تحریری مقابلہ

اہم نوٹ! ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 53 ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 408 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور ﷺ کی غریب و نادار صحابہ سے محبت	124	کسی کے ساتھ برا مت کیجئے	174	سہارا دینا ہے تو زندگی میں دیجئے	110

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور ﷺ کی غریب و نادار صحابہ سے محبت دادو: فیضان صفورہ: بنت محمد شریف۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت دلاور حسین، بنت مشتاق احمد۔ پاکپورہ: بنت سید رضوان علی، ہمشیرہ حسیب احمد، ہمشیرہ ابراہیم اسلام، بنت حافظ سلطان احمد، بنت انور حسین، بنت افتخار احمد، بنت شمس، بنت کاشف منیر، بنت مظہر جلیل، بنت امتیاز حسین، بنت محمد اسلام، بنت محمد اختر، بنت شکیل احمد، بنت محمد جمیل، بنت مقصود، بنت ندیم عباس، بنت حافظ اللہ دتہ، بنت محمد رمضان، بنت فضل الحق، بنت اصغر علی، بنت احسان الٰہی، بنت راشد، بنت غفور حسین، بنت محمد رفیق۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید آصف، بنت عارف حسین، بنت غلام سرور، بنت محمد قدیر، بنت طارق، بنت رزاق احمد، بنت محمد عمران، بنت وسیم علی، اخت محمد زین، بنت شبیر، بنت شاہد، بنت رانا محمد نعیم، بنت غلام مصطفیٰ، ہمشیرہ اسد شمس، بنت محمد افضل، بنت محمد آصف، ہمشیرہ نعمان علی، بنت انور۔ شفیع کا بھٹہ: بنت عرفان، بنت محمد ابرار حسین، بنت آصف اقبال، بنت جعفر حسین، ہمشیرہ محمد منیب، بنت عارف، بنت محمد الطاف، بنت خرم شہزاد، بنت محمد بابر، بنت محمد سلیم، بنت دلاور حسین، بنت رحمت علی، بنت راشد محمود، بنت عبدالقیوم، بنت شاہد محمود، بنت محمد اکرام، بنت محمد شریف، بنت محمد طارق، ہمشیرہ دانش، ہمشیرہ علی رضا، بنت محمد اشفاق، بنت خوشی محمد، ہمشیرہ محمد ہارون، بنت مقبول احمد، بنت محمد اکرم، ہمشیرہ ہارون اشفاق، بنت نوید۔ گلبہار: بنت عرفان، بنت محمد فیاض، بنت محمد اسلم، بنت عمران، بنت محمد عنصر، بنت محمد ارشد، ہمشیرہ ذوہیب، بنت رفیق۔ گھوگا: بنت عبدالواحد۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت محمد یاسر۔ معراج کے: بنت محمد الیاس، بنت محمد بوٹا، بنت ذوالفقار علی، بنت محمد اسلم، بنت محمد جاوید، بنت ریاض احمد۔ میانہ پورہ: بنت قمر شہزاد، بنت محمد نواز، بنت سید ذاکر علی، بنت الیاس، بنت مقصود حسین، بنت طارق حسین، بنت محمد عمران، بنت لطیف احمد، بنت اعظم مبین، بنت منور، بنت سہیل احمد۔ نندپور: بنت ہدایت اللہ، بنت عبدالستار۔ نواں پنڈ آرائیاں: ہمشیرہ احمد رضا، بنت عبدالرؤف، بنت اختر، بنت ندیم، بنت محمد لطیف۔ فیصل آباد: پینسرہ: بنت ریاست محمود۔ جڑانوالہ: بنت ظفر اقبال، بنت محمد آصف، بنت محمد اقبال، بنت محمد نواز۔ چناں: بنت ارشد محمود۔ کراچی: شاہ فیصل ٹاؤن: بنت سید اعجاز۔ فیض مدینہ: بنت محمد شاہد۔ فیضان عطار: بنت شیر محمد۔ گجرات: سراجا منیرا: بنت اصغر۔ گوجرانوالہ: کامونکی: بنت رمضان۔ لاہور: مغلپورہ: بنت عظیم۔ مٹیاری: غوثیہ طاہریہ: بنت احمد۔ ملتان: باوا صفرا: بنت محمد رمضان۔ فیضان آن لائن اکیڈمی: بنت برکت علی۔ نارووال: بنت محمد جاوید۔ واہ کینٹ: خوشبوئے مدینہ: بنت محمد شوکت۔

کسی کے ساتھ برا مت کیجئے اوکاڑہ: افشاں بلاک: زوجہ عمیر علی۔ بہاولپور: یزمان: بنت محمد یونس۔ حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت محمد جاوید۔ لطیف آباد 11: بنت محمد جاوید۔ خانیوال: کوہی والا: بنت حافظ ہدایت علی شکوری۔ خیرپور میرس: پیر جو گوٹھ: بنت طارق حسین۔ رینالہ خورد: خضر ٹاؤن: بنت پیر علی اکبر۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت احسان اللہ، بنت عرفان علی۔ پاکپورہ: ہمشیرہ حسیب احمد، بنت سید رضوان علی، ہمشیرہ ابراہیم اسلام، بنت عنصر علی، بنت فضل الحق، بنت حافظ سلطان احمد، بنت انور حسین، بنت شمس، بنت افتخار احمد، بنت احمد رضا، بنت نوید حسین، بنت کاشف منیر، بنت امتیاز حسین، بنت منظور حسین، بنت شبیر، بنت محمد جمیل، بنت شاہد، بنت محمد یوسف، بنت شکیل احمد، بنت محمد یونس، بنت احسان الٰہی، بنت حافظ اللہ دتہ، بنت اصغر علی، بنت مقصود، بنت راشد، بنت غفور حسین، بنت محمد شکیل، بنت راشد علی، بنت محمد خالد وسیم۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید سرور، بنت احمد رضا، بنت اعجاز احمد، بنت مدثر اقبال، بنت بشارت علی، بنت محمد اسلم، بنت عبدالوحید خان، بنت مختار خان، بنت محمد شکور، بنت شفیق، بنت محمد اسلام، بنت سخاوت علی، ہمشیرہ عبداللہ، بنت محمد جمیل، بنت توصیف انجم، بنت ناصر محمود، بنت مطہر محمود، بنت فیصل مجید، بنت محمد ارشد، بنت رضا، بنت جمشید اشرف، بنت اسلم، بنت جاوید اقبال، بنت ندیم، بنت محمد خلیل، بنت رفیق، بنت محمد عاصم، بنت طارق، بنت

نذیر، بنت محمد اکرم، بنت محمد آصف، بنت جواد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت ندیم جاوید، بنت عرفان، بنت محمد احمد، بنت فضل الٰہی، بنت عارف، بنت محمد جمیل، بنت عثمان علی، بنت سعید، بنت محمد اکرام، بنت اصغر، بنت عبدالمجید، بنت محمد الطاف، بنت عبدالرزاق،، بنت عبدالقیوم، بنت وحید اختر، بنت طارق محمود، بنت محمد شاہد، بنت کرامت علی، بنت احسن، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت کاشف منیر، بنت سرور، بنت سید عاشق حسین، بنت تنویر حسین، بنت تنصیر، بنت خالد، بنت محمد ریاض، بنت محمد رفیق، بنت قاری خاور حسین، بنت انیل شہزاد، بنت بابر، بنت عبدالرزاق، بنت امجد۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت ریاض، بنت ناصر، بنت خالد حسین، بنت ارشد، بنت منیر، بنت اعجاز، بنت رشید احمد، بنت محمد نعیم، بنت عمران، بنت محمد الیاس، ام میلاد رضا، بنت محمد ارشد، بنت رفیق، بنت علی احمد، ہمشیرہ ذوہیب۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت اظہر اقبال، ہمشیرہ محمد احمد، بنت محمد اجمل، بنت عرفان، بنت نعیم طارق، ام سلمی، بنت جاوید۔ معراج کے: بنت محمد رفیق، بنت محمد اشرف، بنت وارث احمد، بنت خالد حسین، ہمشیرہ علی زیب، بنت طاہر حسین۔ میانہ پورہ: بنت قمر شہزاد، بنت محمد نواز، بنت سید ذاکر علی، بنت الیاس، بنت مقصود حسین، بنت طارق حسین، بنت محمد جمیل، بنت محمد عمران، بنت لطیف احمد، بنت اعظم مبین، بنت منور، بنت سہیل احمد۔ نندپور: بنت ہدایت اللہ، بنت عبدالستار۔ نواں پنڈ آرائیاں: ہمشیرہ احمد رضا، بنت شاہد، بنت حنیف، بنت محمد اسلام، بنت افتخار احمد، بنت شبیر احمد، بنت سلیم بیگ، بنت سعید، بنت اختر، بنت مولا بخش، بنت عابد حسین۔ فیصل آباد: جڑانوالہ: بنت محمد بوٹا۔ کراچی: اورنگی ٹاؤن: بنت محمد اکرم۔ دھوراجی: بنت شہزاد عالم۔ شاہ فیصل ٹاؤن: بنت سید اعجاز۔ شاہ فیصل کالونی: بنت محمد نظام الدین۔ فیض مدینہ: بنت شاہد۔ فیضان رضا: بنت جاوید۔ فیضان عطار: بنت سرفراز نواز، بنت صابر علی۔ کوئٹہ: فیضان بی بی ہاجرہ: بنت احمد دین۔ گوجرانوالہ: کاموکی: بنت رمضان۔ لاہور: گڑھی شاہو: بنت محمد ریاض کیانی۔ ملتان: ادارۃ المصطفی: بنت قسور عطاریہ۔ ملتان: فیضان آن لائن اکیڈمی: بنت برکت علی۔ نواب شاہ: بہار شریعت: بنت مفتی آصف اقبال۔ واہ کینٹ: خوشبوئے عطار: بنت عبدالقدیر۔

سہارا دینا ہے تو زندگی میں دیجئے حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت سید جاوید اقبال، بنت قربان، ہمشیرہ سید قوسین حیدر۔ لطیف آباد 11: بنت محمد جاوید۔ راولپنڈی: صدر: بنت الطاف۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت ارشد۔ پاکپورہ: بنت سید رضوان علی، بنت شفیق حسین، ہمشیرہ حسیب احمد، بنت اسلام، بنت محمد عامر شفیق، ہمشیرہ سبحان، بنت فضل الحق، بنت محمد نعیم، بنت حافظ سلطان احمد، بنت ندیم، بنت انور حسین، بنت شمس، بنت محمد یونس، بنت افتخار احمد، بنت سلیم، بنت کاشف منیر، بنت امتیاز حسین، بنت محمد جمیل، بنت شاہد، بنت محمد رمضان، بنت اللہ دتہ، بنت شکیل احمد، بنت ذیشان احمد، بنت راشد، بنت سہیل احمد، بنت غفور حسین، بنت محمد حنیف، ہمشیرہ عظیم آفتاب، ہمشیرہ شاہ زمان۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید آصف، بنت محمد قدیر، بنت بشارت علی، بنت عمر، اخت عبدالاحد، بنت ذوالفقار بیگ، بنت سائیں ملنگا، بنت محمد شہباز، بنت اظہر، بنت عدنان یوسف، بنت عبدالستار، ہمشیرہ محمد حسن، بنت عبدالقادر۔ شفیع کا بھٹہ: بنت عرفان، بنت محمد حبیب، بنت محمد نعیم، بنت محمد نواز، بنت سید آصف علی شاہ، بنت محمد الطاف، بنت محمد اسلم، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد آصف، بنت محمد حبیب، بنت عاصم، بنت عبدالمجید، بنت غلام مصطفی، بنت صغیر احمد، بنت منیر۔ گلبہار: بنت ریاض، بنت محمد ارشد، بنت شہزادہ، بنت طارق، ہمشیرہ محمد مزمل، بنت اصغر، بنت محمد شہباز، بنت رضوان، ہمشیرہ ذوہیب، ام میلاد رضا، بنت رفیق، بنت جبار۔ مظفر پورہ: بنت لیاقت علی، بنت شہزاد احمد، بنت محمد طارق، بنت حافظ محمد شبیر۔ معراج کے: بنت غفور احمد، بنت محمد رفیق، بنت عبدالستار۔ میانہ پورہ: بنت قمر شہزاد، بنت سید ذاکر علی، بنت الیاس، بنت مقصود حسین، بنت طارق حسین، بنت محمد عمران، بنت لطیف احمد، بنت محمد جمیل، بنت اعظم مبین، بنت منور، بنت سہیل احمد۔ نندپور: بنت عبدالستار۔ نواں پنڈ آرائیاں: ہمشیرہ احمد رضا، بنت سجاد، بنت مبشر حسین، بنت عبدالعزیز، بنت الحسین، بنت قمر، بنت اختر۔ فیصل آباد: سمندری: بنت محمد اقبال۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد عالم۔ شاہ فیصل ٹاؤن: بنت سید اعجاز۔ فیضان آمنہ: بنت رحمت علی۔ گجرات: سراجا منیرا: بنت ارمان شوکت، بنت علی اصغر۔ گوجرانوالہ: کاموکی: بنت رمضان۔ نوشہرہ روڈ: بنت اعظم علی۔ ملتان: فیضان آن لائن اکیڈمی: بنت برکت علی۔

سہارا دینا ہے تو زندگی میں دیجئے!

محترمہ بنتِ شہزاد عالم عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(تخصص فی الفقہ سکینڈ ائیر، دھوراجی کراچی)

انسان کی زندگی ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی؛ کبھی خوشی اس کا استقبال کرتی ہے تو کبھی آزمائش اسے گھیر لیتی ہے۔ ایسے وقت میں انسان کو کسی ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی بات سنے، اس کا حوصلہ بڑھائے اور مشکل گھڑی میں اس کا سہارا بنے۔ اسلام نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے کام آنے اور نیکی کے کاموں میں باہمی تعاون کی ترغیب دی ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (پ6، المائدۃ:2) ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

لوگوں کی زندگی میں ہی ان کی مدد کے لئے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیجئے، بجائے اس کے کہ ان کے دنیا سے جانے کے بعد افسوس کریں کہ کاش! مدد کی ہوتی۔

فرض کیجیے کسی کو ہماری مدد کی شدید ضرورت ہو اور ہم اس وقت اس کا ہاتھ نہ تھامیں، پھر کسی حادثے میں اس کا انتقال ہو جائے تو اب ہم اس کی میت کو اسپتال پہنچانے کے لیے دوڑ پڑیں گی اور اسے سہارا دینے کی کوشش کریں گی، لیکن کیا موت کے بعد یہ سہارا اسے وہ فائدہ دے سکتا ہے جو زندگی میں دے سکتا تھا؟ ہرگز نہیں!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ضرورت مند کی حاجت پوری کرنے اور پریشان حال کی مدد اس کی زندگی میں کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو کسی مسلمان کی دنیا کی کوئی پریشانی دور کرے تو اللہ پاک قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا۔[1]

کسی کو سہارا دینے کا مطلب صرف مالی مدد کرنا نہیں؛ کبھی کسی پریشان حال کی بات تحمل سے سن لینا بھی سہارا ہوتا ہے، کبھی بیمار کی عیادت اور خدمت، کبھی ضرورت مند کی خاموشی سے مدد، کبھی کسی مایوس کو امید دلانا اور کبھی کسی کمزور کے حق میں آواز اٹھانا بھی اس کے لیے مضبوط سہارا بن جاتا ہے۔

سہارا دینے کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ مظلوم کو بے یار و مددگار نہ چھوڑا جائے۔ حدیثِ پاک میں مظلوم کی مدد کا حکم بھی دیا گیا ہے، چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے: مجھے میری عزت و جلال کی قسم! میں جلدی یا دیر میں ظالم سے بدلہ ضرور لوں گا اور اس سے بھی بدلہ لوں گا جو باوجودِ قدرت مظلوم کی مدد نہیں کرتا۔[2]

شارحِ بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان کی مدد، مدد کرنے والے کے حال کے اعتبار سے کبھی فرض ہوتی ہے، کبھی واجب، کبھی مستحب۔[3]

خاص طور پر ہمارے قریبی رشتے دار اور گھر کے افراد ہماری توجہ کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ والدین کو بڑھاپے میں اولاد کی توجہ، بچوں کو محبت و تربیت اور بیمار کو خدمت و نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر صرف یہ کہہ دینا کہ "ہم آپ کے ساتھ ہیں" کافی نہیں، بلکہ جہاں ممکن ہو عملی طور پر بھی ساتھ دینا چاہیے۔

بعض اوقات انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو ہم اس کی یاد میں آنسو بہاتی، اس کی خوبیاں بیان کرتی اور افسوس کرتی ہیں کہ کاش! ہم اس کے لیے کچھ کر سکتیں۔

مگر سوچنے کی بات ہے کہ جس کو زندگی میں ہماری محبت، وقت یا توجہ کی ضرورت تھی، کیا اس وقت ہم نے اس کا ہاتھ تھاما تھا؟ والدین کی وفات کے بعد ان کی فوتگی کی رسومات اور ایصالِ ثواب وغیرہ پر خوب خرچہ کیا جاتا ہے جو کہ بہت اچھا عمل ہے، لیکن زندگی میں وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک ایک پائی کو ترستے رہے، اولاد کی منتیں کرتے رہے، اگر یہی پیسے ان کی زندگی میں ان پر خرچ کیے جاتے تو شاید وہ کچھ دن اور جی لیتے، مگر شاید ہمیں لوگوں کی قدر ان کے مرنے کے بعد ہی ہوتی ہے!

الغرض بعدِ وفات پھول چڑھانے سے زیادہ قیمتی یہ ہے کہ زندگی میں کسی کے کانٹے چن لیے جائیں۔ لہٰذا ہمیں اپنے اردگرد نظر دوڑانی چاہیے، ممکن ہے ہمارے قریب ہی کوئی ایسی اسلامی بہن موجود ہو جو بظاہر مسکرا رہی ہو مگر اندر سے کسی مشکل کا شکار ہو۔

اگر کسی کا سہارا بننا ہے تو اس کے جانے کا انتظار نہ کیجیے، اس کی زندگی میں جہاں تک ممکن ہو اس کے مسائل حل کیجیے، اس کی ضرورت پوچھیے اور اس کی مشکل آسان کیجیے۔ کیونکہ زندگی میں دیا ہوا سہارا شاید کسی کی پوری زندگی بدل دے۔

امتِ محبوب کی یا رب بنا دے خیر خواہ
نفس کی خاطر کسی سے دل میں میرے ہو نہ بیر

---

1. ترمذی، 3/373، حدیث: 1937
2. معجم اوسط، 1/20، حدیث: 36
3. نزہۃ القاری، 3/665



ایک قصہ ہے قرآن سے (کورس)

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

بچوں کو کوئی بات سکھانی ہو تو کہانی اور واقعات کے ذریعے سمجھانا ایک مؤثر طریقہ ہے، کیونکہ بچے دلچسپ واقعات کو آسانی سے سمجھتے اور یاد رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی میدان میں بھی بچوں کی تربیت کے لیے کہانیوں اور واقعات سے مدد لی جاتی ہے۔

قرآنِ کریم اللہ پاک نے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے، اس لیے اس میں سابقہ قوموں، انبیائے کرام علیہم السلام اور مختلف اہم واقعات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان واقعات میں ہمارے لیے نصیحتیں اور عملی راہ نمائی موجود ہے؛ کہیں نیک لوگوں کے کردار سے سبق ملتا ہے اور کہیں سرکش قوموں کے انجام سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

قرآنِ پاک میں صرف سابقہ قوموں اور انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات ہی نہیں، بلکہ بعض اہم تاریخی واقعات اور جانوروں سے متعلق واقعات بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس کورس میں قرآنِ کریم کے منتخب واقعات کو آسان اور دلچسپ انداز میں پیش کرتے ہوئے بچوں کو ان سے حاصل ہونے والے اسلامی اسباق اور عقائد سے روشناس کروایا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں بچوں کو درست اسلامی تعلیمات سے روشناس کروانا والدین کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ آج بچے مختلف ذرائع ابلاغ، خصوصاً سوشل میڈیا سے طرح طرح کی کہانیاں اور تصورات سیکھ رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں ضروری ہے کہ انہیں قرآنِ کریم کے واقعات سے جوڑا جائے تاکہ ان کے ذہن و دل میں اسلامی عقائد اور دینی تعلیمات مضبوط ہوں۔

قرآنِ پاک میں بیان کیے گئے واقعات محض قصے نہیں بلکہ ہدایت، عبرت اور تربیت کا ذریعہ ہیں۔

اس کورس میں انہی واقعات کے ذریعے بچوں کو صحیح اور غلط میں فرق سمجھنے، اللہ پاک کی قدرت پہچاننے اور اسلامی عقائد سیکھنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

کورس میں کن واقعات کو شامل کیا جائے گا؟

- ☆ فرعون کا غرور
- ☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چار معجزات
- ☆ ابلیس جن
- ☆ منّ و سلویٰ
- ☆ فرشتے میدانِ جنگ میں
- ☆ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی

کورس مکمل کرنے کے بعد بچیاں کیا سیکھ سکیں گی؟

اس کورس کے ذریعے بچیاں قرآنِ کریم کے منتخب واقعات کی روشنی میں اہم اسلامی عقائد اور دینی تعلیمات سیکھ سکیں گی۔ انہیں اللہ پاک کی قدرت، انبیائے کرام کے معجزات، فرشتوں اور دیگر بنیادی عقائد کے بارے میں آسان اور دلچسپ انداز میں معلومات حاصل ہوں گی، جس سے ان کے ذہنوں میں درست اسلامی تصورات مضبوط کرنے میں مدد ملے گی۔

یہ کورس کون کر سکتی ہے؟

12 سال سے کم عمر طالبات کے لیے۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر

03142036541 | 03139292992

Go To Index

جُمادَی الاُخریٰ کے چند اہم واقعات

تاریخ/ماہ/سن	نام/واقعہ	مزید معلومات کے لیے پڑھیے
1 جُمادَی الاُخریٰ 1102ھ	یومِ وِصال: سلطانُ العارفین حضرت سخی سلطان باہو سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1438ھ اور "فیضانِ سلطان باہو"
5 جُمادَی الاُخریٰ 672ھ	یومِ عرس: مولانا جلالُ الدین محمد بن محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1439ھ
9 جُمادَی الاُخریٰ 544ھ	یومِ وصال: حضرت امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1438ھ
14 جُمادَی الاُخریٰ 189ھ	یومِ وصال: شاگردِ امامِ اعظم، امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1440ھ
14 جُمادَی الاُخریٰ 505ھ	یومِ عرس: حجۃُ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1439ھ اور "فیضانِ امام غزالی"
19 جُمادَی الاُخریٰ 1382ھ	یومِ وِصال: خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد ظفر الدین رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1438ھ
22 جُمادَی الاُخریٰ 13ھ	یومِ عرس: مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1438ھ تا 1445ھ اور "فیضانِ صدیقِ اکبر"
24 جُمادَی الاُخریٰ 1375ھ	یومِ وِصال: تاجُ العلماء حضرت سیّد شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1438ھ
26 جُمادَی الاُخریٰ 410ھ	یومِ وِصال: حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ	ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُخریٰ 1438ھ
جُمادَی الاُخریٰ 36ھ	شہادتِ مبارکہ: حضرت طلحہ بن عُبیدُ اللہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما	المدینۃ العلمیہ کے 2 رسالے (1) "حضرت طلحہ بن عُبیدُ اللہ" (2) "حضرت زُبیر بن عوّام"

56واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے فروری 2027

(1) انبیائے کرام کی حضور سے محبت

(2) مشکلات پیدا مت کیجیے

(3) کیا رمضان صرف بھوکے پیاسے رہنے کا نام ہے؟

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 نومبر 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں: صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات پاکستانی چوک ڈی جی خان

اسلامی بہنوں کو تنظیمی طریقہ کار کے مطابق دینی کام کرنے کی تربیت دینے، انہیں سنتوں سے وابستہ کرنے اور دین کی خدمت کا جذبہ فراہم کرنے کے لئے **فیضانِ صحابیات پاکستانی چوک ڈی جی خان** کا سنگِ بنیاد 2015 کو اور باقاعدہ افتتاح 11 ربیع الثانی کو مبلغِ دعوت اسلامی و ڈویژن سطح کے ذمہ دار نے فرمایا۔ الحمدُ للہ! یہ خوبصورت اور عظیم الشان فیضانِ صحابیات کم و بیش 11 سال سے اپنی برکتیں لٹا رہا ہے۔

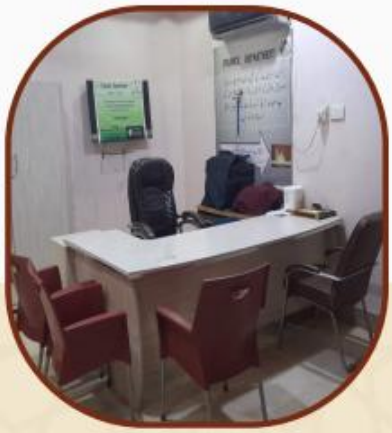
آفسز کی تعداد

اس فیضانِ صحابیات میں 3 شعبہ جات کے آفسز قائم ہیں۔

فیضانِ صحابیات پاکستانی چوک ڈی جی خان میں ہونے والے دینی کام

- الحمدُ للہ! فیضانِ صحابیات میں رہائشی کورسز، اسلامی بہنوں کے مدنی مشورے منعقد کیے جاتے ہیں، اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً اہلِ علاقہ کی سہولت کے پیشِ نظر شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔ اب تک 8 کورسز کرائے جا چکے ہیں جن سے تقریباً 140 اسلامی بہنوں نے استفادہ کرنے کی سعادت پائی۔
- الحمدُ للہ! یہاں پر ہفتے میں ایک دن درسِ قرآن کا سلسلہ بھی ہوتا ہے۔
- چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے عرصہ 2 سال سے گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جا رہا ہے۔ اس وقت بچیوں کی تعداد 40 ہے۔ الحمدُ للہ! اب تک 24 بچیاں ناظرہ قرآنِ پاک ختم کرنے کا شرف پا چکی ہیں۔
- بروز جمعہ دن 3 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے، شرکا کی تعداد کم و بیش 50 ہوتی ہے۔
- 3 تا 5 تک مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگ رہا ہے۔ طالبات 35 اور مدرسات 2 ہیں۔ الحمدُ للہ! اب تک تقریباً 300 طالبات تکمیلِ قرآنِ کریم کی سعادت حاصل کر چکی ہیں۔
- بروز ہفتہ دن 8 تا 4 بجے روحانی علاج کا بستہ بھی لگایا جاتا ہے۔
- ایونٹس کے اجتماعات میں 100 سے 150 اسلامی بہنیں شرکت فرماتی ہیں۔





ib.darulsunnahpak@dawateislami.net